ماہنامہ

صدائے شبلی

حیدرآباد

اگست August 2025

Urdu Monthly

SADA E SHIBLI

Hyderabad

ISSN: 2581-9216

وطن کی ریت ذرا ایڑیاں رگڑنے دے

مجھے یقین ہے پانی یہیں سے نکلے گا

مظفر وارثی

ایڈیٹر مولانا ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی

قیمت: -/30 روپے

www.shibliinternational.com

ماہنامہ حیدرآباد

صدائے شبلی

Monthly Hyderabad

SADA E SHIBLI

اگست Aug 2025 جلد: Vol: 8 شمارہ: Issue: 90

ISSN: 2581-9216

مدیر:

ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی

نائب مدیران:

ڈاکٹر عبدالقدوس

ڈاکٹر سراج احمد انصاری

ڈاکٹر بشیر النساء

قیمت فی شمارہ:	30/-
سالانہ:	360/-
رجسٹرڈ ڈاک:	450/-
بیرونی ممالک:	50/- امریکی ڈالر
خصوصی تعاون:	2000/-

SADA E SHIBLI
A/c: 132710200023922
Ifsc: IBKL0001327
IDBI Bank: CHARMINAR HYD, T.S

Email: sadaeshibli@gmail.com

Mob: 9392533661 - 8317692718

ماہنامہ ”صدائے شبلی“ حیدرآباد میں مقالہ نگاران سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

مجلس مشاورت:

پروفیسر اشتیاق احمد ظلی۔ پروفیسر مظفر علی شہہ میری
پروفیسر محسن عثمانی ندوی۔ پروفیسر ابوالکلام
پروفیسر شاہد نوخیز اعظمی۔ پروفیسر صدیقی محمد محمود
ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی۔ مفتی محمد فاروق قاسمی
مولانا ارشادالحق مدنی۔ ڈاکٹر نادر المسدوسی
الحاج سید عظمت اللہ بیابانی۔ مولانا محمد مساعد ہلال احیائی
اعجاز علی قریشی ایڈوکیٹ۔ محمد سلمان انجینئر

مجلس ادارت:

ڈاکٹر محمد رفیق۔ ڈاکٹر حمران احمد۔ ڈاکٹر ناظم علی
ڈاکٹر مختار احمد فردین۔ ڈاکٹر غوثیہ بانو۔ ڈاکٹر مفتی سہیل ندوی
ڈاکٹر سید امام حبیب قادری۔ ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی
ڈاکٹر سمیہ تمکین۔ ڈاکٹر صالحہ صدیقی۔ ڈاکٹر نوری خاتون
ڈاکٹر فریدہ تبسم۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان
ڈاکٹر آصف لئیق ندوی۔ ڈاکٹر مظفر علی ساجد
مولانا عبدالوحید ندوی۔ مولانا ڈاکٹر احمد نور عینی
تشکیل انور رزاقی۔ محسن خان۔ قاری زاہد ہریانوی

ہر طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف حیدرآباد کی عدالت میں ہوگی

محمد محامد ہلال (اونر، پبلشر، پرنٹر، ایڈیٹر) نے دائرہ الیکٹرک پریس میں چھپوا کر حیدرآباد تلنگانہ سے شائع کیا

خط وکتابت کا پتہ

MOHD MUHAMID HILAL #17-6-352,
B1, 2nd Floor,Bafana Complex,
Dabirpura Road, Purani Haveli,
Hyderabad- 500023. T.S

فہرست مضامین

نمبر	عنوان	مصنف	صفحہ
۱	**اپنی بات**	ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی	۵
۲	اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ شبلی نعمانیؒ	۶
۳	فتنۂ قادیانی (قرآن وسنت کی روشنی میں)	مولوی حبیب الرحمٰن	۷
۴	مخلوق کی رضا چاہنے سے افعال قبیحہ اور اعمال شنیعہ کا دروازہ کھل جاتا ہے	پروفیسر ابوزاہد شاہ سید وحید اللہ حسینی	۱۰
۵	زندگی اور موت— صرف اللہ کے ہاتھ میں	ڈاکٹر مفتی سہیل ندوی	۱۳
۶	نعتیہ ہائیکو	علی شاہدؔ دلکش	۱۴
۷	تلنگانہ کے غیر مسلم اردو کے معروف شاعر پنڈت دامودر ٹھاکور ذکی	ڈاکٹر نادر المسدوسی	۱۵
۸	نفرت کی آگ مغلوں سے مسلم مجاہدین آزادی سے تک	ڈاکٹر محمد شاہد صدیقی علیگ	۱۸
۹	**غزل**	جہانگیر قیاسؔ	۱۹
۱۰	جنگ آزادی میں مسلمانوں کی قربانیاں اور موجودہ صورتِ حال	مولانا سید احمد ومیض ندوی	۲۰
۱۱	اللہ کی پکڑ سے ڈریں اور تکلیف پہنچانے والے نہ بنیں	مفتی امداد الحق بختیار	۲۴
۱۲	ہندوستان کے مسلمانوں کو غیر قانونی طور پر ملک بدر کیا جارہا ہے!	سرفراز احمد قاسمی	۲۸
۱۳	جنگ آزادی ۱۸۵۷ء اور راجہ جے لال سنگھ	عبدالعلیم الأعظمی	۳۳
۱۴	**غزل**	خوشبو پروین	۳۵
۱۵	**آزادی**	عاصم کمال الاعظمی	۳۶
۱۶	(افسانہ) حقیقی آزادی	عذرا سلطانہ	۳۷
۱۷	**غزل**	پروفیسر مظفر شہ میری	۳۹
۱۸	صدائے شبلی کالج اعظم گڑھ	نیاز جیراجپوری	۴۰
۱۹	**تازہ غزل**	رضیہ سجان	۴۰
۲۰	'لامکان' میں پروفیسر مظفر علی شہ میری اور پروفیسر اشرف رفیع کا خطاب	عبدالرحمٰن پاشا	۴۱

ماہنامہ "صدائے شبلی" کے خصوصی معاونین

جناب **ابوسفیان اعظمی**، مقیم حال ممبئی

جناب **محمد یوسف** بن الحاج محمد منیر الدین عرف ولی مرحوم، حیدرآباد

مفتی **محمد فاروق قاسمی**، صدر علماء کونسل وجے واڑہ، آندھرا پردیش

الحاج سید **عظمت اللہ بیابانی**، وجئے نگر کالونی، حیدرآباد

مولانا **منصور احمد قاسمی**، معین آباد، تلنگانہ

الحاج **رئیس احمد اقبال**، انجینئر صدر سہارا ویلفیئر سوسائٹی، حیدرآباد

الحاج **محمد زکریا** انجینئر (داماد استاذ الاساتذہ حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ)

ڈاکٹر **شہباز احمد**، پروفیسر گورنمنٹ نظامیہ طبی کالج چارمینار، حیدرآباد

مولانا **محمد عبدالقادر سعود**، نائس جوس سینٹر سکندرآباد، حیدرآباد

الحاج **محمد قمر الدین**، نبیل کالونی بارکس حیدرآباد

الحاج **محمد عبدالکریم**، صدر مسجد اشرف کریم کشن باغ، حیدرآباد

اداریہ

اپنی بات

ہمارا ملک ہندوستان بہت قدیم ہے اس ملک میں عرصہ دراز سے مختلف مذاہب اور تہذیب کے لوگ آباد رہے ہے، راجاؤں مہاراجاؤں نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق رہائش گاہیں اور عبادت گاہیں تعمیر کیں جن کو نقوش ملک کے مشرق ومغرب شمال وجنوب میں ملیں گے، جب اس ملک مسلم حکمرانوں نے اپنے ہاتھ میں باگ ڈور لی تو یہ ملک پوری دنیا میں سونے کی چڑیا کہا جانے لگا، مسلم حکمرانوں نے اپنی حکومت کے دوام کے یا اپنی تسکین کے خاطر بہت سے تاریخی، انوکھی عمارتیں تعمیر کیں جن سے آج بھی عوام وخلوص حکومت مستفید ہو رہی ہے۔ مغل دل دار بادشاہ شاہ جہاں کے دور میں انگریز بھی بغرض تجارت آئے شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے دور اندیشی نے انگریزوں کو ان کے پچاس سالہ دور حکومت میں صرف تاجر ہی رہنے دیا۔ ان کے بعد انگریزوں نے اس ملک میں مضبوط قدم رکھنے کی بھرپور سعی کی، کامیاب ہوگئے، نواب سراج الدولہ کی آواز کو دبا دیا گیا، ٹیپو سلطان کو شہید کر دیا گیا اور انگریزوں نے نعرہ دیا اب ہندوستان ہمارا ہے۔ انگریزوں نے یہاں کے وسائل کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ ہندوستانیوں کو غلام بنالیا۔ یہاں کی تہذیب اور مذاہب کو ختم کرنے کی کوشش کی، نتیجہ یہ ہوا کہ علماء میدان میں آئے، شعور ہندوؤں کے ساتھ مل کر تقریباً ڈھ سو سال کی جدو جہد کے بعد ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی کی قربانیوں سے یہ ملک انگریزوں کے جنگل سے آزاد ہوا۔ آزادی کا دن پندرہ 15 اگست 1947 بروز جمعہ رمضان کا مہینہ شب قدر کی منوّر رات تھی۔ اس وجہ سے، ہم ہر پندرہ اگست کو جشن آزادی مناتے ہیں مجاہدین آزادی کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں اور یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم اس ملک کی ترقی میں سب کچھ قربان کر دیں گے، آزادی سے قبل انگریزوں نے اپنی حکومت کی بقاء کے لئے، ہندو، مسلم، مسجد، مندر کا سماج میں شوشہ چھوڑا تا کہ یہ ہندوستانی لوگ الجھتے رہیں۔ ہوا بھی کچھ ایسا ہندو اور مسلم میں سے کچھ ایسے اشخاص میدان میں آئے کہ انہوں نے ہندوستان کی تقسیم کر دی۔ نتیجہ میں دونوں ملک آج بھی اپنی توانائی کا بیشتر حصہ ایک دوسرے کے خلاف لگاتے ہیں، موجودہ وقت میں جو ملک کی صورت حال ہے اس میں فرقہ پرستی سر چڑھ کر بول رہی ہے۔ آزادی کا جو مقصد تھا اس مقصد میں ہم بہت سے جگہوں پر نا کام نظر آرہے ہیں بوجوہ بقول شاعر۔

جو اصول گلستاں سے واقف نہ تھے
نظام چمن ان کے ہاتھ آگیا
یہ مانا ہم نے یہ جمہوریت کا دور ہے یارو
مگر ہم سے بوئے ہندوستان کچھ اور کہتی ہے

ہمارا ملک دنیا کا سب سے بڑا جمہوری ملک ہے، جمہوریت میں سلیکشن اور الیکشن ہی اہمیت کا حامل ہے، اس میں اگر شفافیت ہوگی اور عدل سے کام ہوگا تو ہمارا ملک مزید ترقی کی راہ پر گامزن ہوگا، خدا کرے ایسا ہی ہو، آمین۔

شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدر آباد بھی ہندوستانیوں کی خدمت میں یوم آزادی کی مبارک باد پیش کرتا ہے۔

محمد محامد ہلال اعظمی

اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ شبلی نعمانیؒ

حضرت زینبؓ

ازواجِ مطہرات میں جو بیبیاں حضرت عائشہؓ کی ہم سری کا دعویٰ رکھتی تھیں، ان میں حضرت زینب بھی تھیں، خود حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کانت تسامینی یعنی وہ میرا مقابلہ کرتی تھیں اور ان کو اس کا حق بھی تھا، نسبی حیثیت سے وہ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں، جمال میں بھی ممتاز تھیں، آنحضرت ﷺ کو بھی ان سے نہایت محبت تھی، زہد وتورع میں یہ حال تھا کہ جب حضرت عائشہؓ پر اتہام لگایا گیا اور اس اتہام میں خود حضرت زینبؓ کی بہن حمنہ شریک تھیں تو آنحضرت ﷺ نے ان سے حضرت عائشہؓ کی اخلاقی حالت دریافت کی تو انھوں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا:

ما علمت الا خیرًا.

مجھ کو حضرت عائشہؓ کی بھلائی کے سوا کسی چیز کا علم نہیں۔

حضرت عائشہؓ کو ان کے اس صدق واقرارِ حق کا خود اعتراف کرنا پڑا۔

عبادت میں نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ مشغول رہتی تھیں، جب آنحضرت ﷺ نے ان کو عقد میں لانا چاہا تو انھوں نے کہا کہ میں بغیر استخارہ کے کوئی رائے قائم نہیں کرتی۔

ایک دفعہ آپؐ مہاجرین پر کچھ مال تقسیم کر رہے تھے، حضرت زینبؓ اس معاملہ میں کچھ بول اٹھیں، حضرت عمرؓ نے ڈانٹا، آپؐ نے فرمایا ان سے درگذر کرو، یہ اوّاہ ہیں (یعنی خاشع ومتضرع ہیں)

نہایت قانع اور فیاض طبع تھیں، خود اپنے دست وبازو سے معاش پیدا کرتی تھیں اور اس کو خدا کی راہ میں لٹا دیتی تھیں، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ان کا سالانہ نفقہ بھیجا، انھوں نے اس پر ایک کپڑا ڈال دیا اور بزرہ بنت رافع کو حکم دیا کہ میرے خاندانی رشتہ داروں اور یتیموں کو تقسیم کردو، بزرہ نے کہا آخر ہمارا بھی کچھ حق ہے، انھوں نے کہا کہ کپڑے کے نیچے جو کچھ ہے، وہ تمہارا ہے، دیکھا تو پچاس درہم نکلے، جب تمام مال تقسیم ہو چکا تو دعا کی کہ خدایا، اس سال کے بعد میں عمرؓ کے عطیہ سے فائدہ نہ اٹھاؤں، یہ دعا مقبول ہوئی اور اسی سال ان کا انتقال ہوگیا۔

وفات: آنحضرت ﷺ نے ازواجِ مطہرات سے فرمایا تھا:

اسرعکن لحاقابی اطولکن یدًا.

تم میں مجھ سے وہ جلد ملے گی جس کا ہاتھ لمبا ہوگا۔

یہ استعارتاً فیاضی کی طرف اشارہ تھا لیکن ازواجِ مطہرات اس کو حقیقت سمجھیں، چنانچہ باہم اپنے ہاتھوں کو ناپا کرتی تھیں، حضرت زینبؓ اپنی فیاضی کی بنا پر اس پیشین گوئی کا مصداق ثابت ہوئیں اور ازواجِ مطہرات میں سب سے پہلے انتقال کیا، کفن کا خود سامان کرلیا تھا اور وصیت کی تھی کہ حضرت عمرؓ بھی کفن دیں تو ان میں سے ایک صدقہ کردینا، چنانچہ یہ وصیت پوری کی گئی، حضرت عمرؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی، اس کے بعد ازواجِ مطہرات سے دریافت کیا کہ کون قبر میں داخل ہوگا، انھوں نے کہا وہ شخص جوان کے گھر میں داخل ہوا کرتا تھا (چنانچہ اسامہؓ، محمد بن عبد اللہ بن جحش، عبد اللہ بن ابی احمد بن جحش نے ان کو قبر میں اتارا)

۲۰ ہجری میں انتقال کیا اور ۵۳ برس کی عمر پائی، واقدی نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے جس وقت ان کا نکاح ہوا اس وقت ۳۵ سال کی تھیں، لیکن دراصل ۳۸ سال کی تھیں۔

(سیرۃ النبیؐ، جلد: دوم، ص: ۳۳۱-۳۳۲)

مولوی حبیب الرحمن۔حیدرآباد

فتنۂ قادیانی

قرآن وسنت کی روشنی میں

ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ میں صدیق ہوں' شہید ہوں' صالح ہوں یا ہوگیا ہوں، کیونکہ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کے لحاظ سے حشر کے دن فرمائے گا نہ کہ دنیا میں اور ا نہ اس کا فیصلہ کرنا بندوں کے اختیار میں ہے، چنانچہ یہ حضرات مرتے دم تک معافی اور بخشش کی درخواست ہی کرتے رہے۔ لیکن نبی کا معاملہ بالکل اس کے برخلاف ہے کیونکہ دنیا ہی میں اسے نبی کی حیثیت سے مبعوث کیا جاتا ہے اور نبوت اعمال کی بناء پر نہیں ملتی بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے علم وحکمت کے تحت عطا فرماتا ہے۔ اس لیے نبی کی راہ اختیار کر کے نبی بن جانے کی بات محض شیطانی بات ہے۔

سادہ لوحی ملاحظہ ہو کہ جس اصول سے مرزا صاحب نبی بننے کے دعویدار ہیں، اس کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھ کر آئندہ کے لیے منسوخ قرار دے دیا۔ اس طرح اپنے اخذ کردہ اصول کے غلط وجھوٹ ہونے کو خود ہی ثابت کردیا۔ اس طرح خود اپنے دعویٔ نبوت میں جھوٹے ہونے کا ثبوت فراہم کردیا۔

۲) نبی ﷺ کے بعد بھی نبوت کا سلسلہ جاری رہنے کے سلسلہ میں یَا بَنِیٓ آدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ آیَاتِیْ (اعراف:۳۵) ''اے اولادِ آدم! جب کبھی تمہارے لیے رسول کی ضرورت ہوگی وہ تم ہی میں سے تمہارے پاس آتے رہیں گے، میرے احکام تم سے بیان کرتے رہیں گے''

پیش کی جاتی ہے اور مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ جب تک بنی آدم دنیا میں موجود رہیں گے ان میں بگاڑ پیدا ہوتا رہے گا، جس کی اصلاح کے لئے رسول مبعوث کئے جاتے ہیں رہیں گے۔ یہ قطعاً غلط اور تفسیر بالرائے ہے، کیونکہ اس آیت کا تعلق بندوں کے اپنے پیدا کردہ بگاڑ سے نہیں ہے بلکہ اللہ ورسول کی تعلیمات کے بگڑ جانے سے ہے، جس کو فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (البقرہ:۳۸) ''بس جب کبھی تم کو ہدایت کی ضرورت ہوگی تو تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آتی رہے گی پس جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا، بس ایسوں ہی کے لئے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ جس میں لفظ رسول کے بجائے هُدًی آیا ہے۔ یہ دونوں آیات جو ایک دوسرے کی تفسیر ہیں' کا تعلق نفسِ دین کی اصل وصحیح تعلیمات بگڑ کر بالکلیہ مسخ ہوجانے سے ہے۔ دین کے معاملے میں بندوں میں پیدا ہونے والے بگاڑ سے نہیں۔

کتاب ورسولؐ کی تعلیمات اپنی اصلی شکل وصورت میں موجود ہونے کے باوجود شرک وبدعات کے ذریعہ بندے اپنے اندر جب بگاڑ پیدا کرلیتے ہیں تو اس کی اصلاح

علماء دین کرتے ہیں، جس پر ان کو مجدّد کہا جاتا ہے۔ ایسے بگاڑ کی اصلاح کے لئے رسول کی ضرورت ہی نہیں۔ چنانچہ اللہ کے رسولؐ کا فرمان ہے: ''العلماء الامتی کانبیاء بنی اسرائیل'' میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند ہیں'' یعنی علماء اللہ و رسولؐ کی صحیح تعلیمات کی روشنی میں بگاڑ کی نشاندہی کرتے ہوئے لوگوں کو اپنی اصلاح کر لینے کی دعوت دیں گے۔

۳) اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ (آل عمران:۵۵) ''اور جب اللہ نے کہا اے عیسیٰؑ بے شک میں تم کو وفات دینے والا ہوں اور میں تم کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں''

یہاں مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ دونوں اسم فاعل ہیں جن کے درمیان 'وَ' ہے۔ اس سے ترتیب پر استدلال کرنا صحیح نہیں۔ یعنی موت بعد رفع کی دلیل پیش کرنا صحیح نہیں، کیونکہ 'وَ' سے جو عطف ہے، اس میں ترتیب لازمی نہیں ہوتی چنانچہ سورہ انعام ۸۴ تا ۸۶ میں اٹھارہ پیغمبروں کے نام 'وَ' کے عطف کے ساتھ آئے ہیں۔ لیکن ان میں ترتیب زمانی نہیں ہے، چنانچہ ابن عباسؓ سے بھی اس آیت کے معنوں میں تقدیم و تاخیر یعنی پہلے رفع کا عمل بعد میں وفات کا عمل ہونا منقول ہے۔ چنانچہ سورہ مائدہ میں حشر کے دن عیسیٰؑ صرف تَوَفَّيْتَنِىْ'' ''تو نے مجھے وفات دی'' فرمائیں گے۔ جس سے قطعی ثابت ہے کہ وفات کا عمل رفع کے بعد ہوا نہ کہ وفات کے بعد رفع۔ چنانچہ عیسیٰؑ کا ان کی وفات سے پہلے اٹھائے جانے کا ذکر سورہ النساء کی حسب ذیل آیت میں ہے:

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ، وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِىْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا (النساء:۱۵۷) ''ان کا یہ کہنا کہ یقیناً ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰؑ ابن مریم کو قتل کر ڈالا (صحیح نہیں) کیونکہ انھوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا بلکہ ان کو اشتباہ (شبہ) ہو گیا اور بلا شبہ جو لوگ اس معاملے میں اختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیال میں ہیں اور ان کے پاس اس کے لئے کوئی دلیل نہیں بجز قیاس و گمان، اور یقیناً (انہوں نے) اُن کو قتل نہیں کیا'' بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا (النساء:۱۵۸) ''اور یقیناً انھوں نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑے زبردست حکمت والے ہیں''

رفع کا لفظ قرآن میں اوپر اٹھانے کے معنی میں آیا ہے، ملاحظہ ہو سورہ البقرہ ۶۳، ۹۳، النساء ۱۵۴، اعراف ۱۷۱۔ لفظ رفع کے معنی 'باعزت موت' کے کرنا لغت کی کسی کتاب سے بھی ثابت نہیں۔ اور عیسیٰؑ کے وفات پانے سے پہلے تمام اہلِ کتاب آپ پر ایمان لائیں گے' کی بات بھی فرمائی گئی ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (النساء:۱۵۹) ''اور اہل کتاب کا ہر فرد عیسیٰؑ کی موت سے پہلے آپ پر ایمان لے آئے گا اور قیامت کے دن عیسیٰؑ ان پر گواہ ہوں گے'' یہاں 'ہ' سے مراد اہلِ کتاب کا فرد نہیں بلکہ عیسیٰؑ مراد ہیں۔ اس کے علاوہ سورہ الزخرف ۶۱ میں عیسیٰؑ کو وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ''اور بلا شبہ وہ (عیسیٰؑ) قیامت کے لئے یقینی ایک نشان ہے'' قرار دیا گیا ہے کہ جس سے قیامت کے قریب آپؑ کا آسمان سے نازل ہونے کی بات ہی صحیح معلوم ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ وَيُكَلِّمُ

النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَمِنَ الصّٰلِحِينَ (آل عمران:۴۶) ''اور وہ لوگوں سے بات کرے گا گہوارہ میں بھی اور ادھیڑ عمر میں بھی اور وہ صالحین میں سے ہوگا'' کی اطلاع دی گئی ہے۔ گہوارہ میں بات کرنے کی بات تو ایک مسلمہ ہے۔ لیکن 'کَھْلًا' عمر میں لوگوں سے بات کرنا ابھی باقی ہے کیونکہ آپ ۴۵ سال کی عمر میں پر اٹھالئے گئے۔ 'کَھْلًا' چالیس سال کی عمر کو کہا جاتا ہے جس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ آپؑ دوبارہ آسمان سے نازل ہوکر ادھیڑ عمر کو پہنچیں گے اور لوگوں سے خطاب کریں گے۔

(۴) مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ، قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرسل، (المائدہ:۷۵) ''مسیح ابن مریمؑ اللہ کے ایک رسول کے سوا کچھ بھی (اللہ کا بیٹا) نہیں، تحقیق ان سے پہلے بہت سے پیغمبر گزر چکے ہیں''

خط کشیدہ الفاظ سے عیسیٰؑ کے وفات پا چکنے کی بات کہنا غلط ہے کیونکہ یہاں آپؑ کی وفات پانے کو بیان کرنا نہیں بلکہ اللہ کا بیٹا ہونے کے عقیدے کی تردید کی گئی ہے۔ خط کشیدہ الفاظ سورہ آل عمران ۱۴۴ میں بھی نبی ﷺ کے تعلق سے آئے ہیں جو جنگِ اُحد پر تبصرہ کے سلسلے میں نازل ہوئے ہیں۔ ان کے نزول کے وقت آپؐ زندہ تھے اور مزید سات سال تک زندہ رہے۔ یہ الفاظ نبی ﷺ کے وفات پانے کے سلسلے میں پیش کرنا جس طرح صحیح نہیں، اُسی طرح عیسیٰؑ کے وفات پا چکنے کے ثبوت میں پیش کرنا صحیح نہیں ہوسکتا۔

عیسیٰؑ کی پیدائش عام قانونِ طبعی کے خلاف ہوئی ہے اور آپؑ کو جو معجزے دیئے گئے وہ کسی اور پیغمبر کو نہیں دیئے گئے۔ اسی طرح آپؑ کا آسمان پر اٹھالیا جانا اور قیامت کے قریب نازل ہونا' ایک خصوصی معاملہ ہے۔ جس کا تعلق اللہ کی قدرت سے ہے اور اللہ کی قدرت زیر بحث نہیں آسکتی۔ سنتِ الٰہی اور قدرت الٰہی کو ایک سمجھنا صحیح نہیں۔ بیک نظر سچ و جھوٹ معلوم ہو جانے کے لئے جدول پیش ہے۔

اللہ کی طرف سے نبی ہونے کا ثبوت
مرزا صاحب کے جھوٹے نبی ہونے کا ثبوت
۱) قرآن میں جن پیغمبروں کا ذکر ہے ان سب کے نام منفرد ہیں یعنی ہر نبی کا نام ایک ہی لفظ پر مشتمل ہے۔
۱) مرزا غلام احمد صاحب کا نام دو الفاظ پر مشتمل ہے ایک غلام دوسرا احمد۔ اس لحاظ سے مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت جھوٹا ہے۔

نوٹ: آدم، نوح، ھود، صالح، ابراہیم، لوط، شعیب، اسماعیل، الیسع، ذالکفل، اسحاق، یعقوب، یوسف، یونس، ادریس، ایوب، الیاس، موسیٰ، ہارون، داؤد، سلیمان، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور محمد علیہم السلام۔

(۲) قرآن میں جن انبیاء علیہم السلام کے نام آئے ہیں ان میں ایک نام کے دو پیغمبر نہیں ہوئے ہیں۔ نبی ﷺ کا نام احمد ہونا قرآن سے ثابت ہے۔
(۲) اس لحاظ سے احمد نام کا نبی ہی لے کے سوا کوئی دوسرا ہو نہیں سکتا۔ اس لئے مرزا صاحب کا دعوی نبوت جھوٹا ہے۔

نوٹ: مِنْ بَعْدِی اسمه احمد. (الصّف:۶) ''میرے بعد جو رسول آنے والے ہیں ان کا نام احمد ہوگا'' چنانچہ اس بناء پر دنیا کے تمام مسلمان نبی ﷺ کے نام ''احمد'' سے واقف ہیں۔ (فتنۂ قادیانی - قرآن وسنت کی روشنی میں، ص ۱۰-۱۵)

پروفیسر ابوزاہد شاہ سید وحید اللہ حسینی القادری الملتانی، کامل الحدیث جامعہ نظامیہ (Osm)M.A., M.Com., Ph.D

مخلوق کی رضا چاہنے سے افعال قبیحہ اور اعمال شنیعہ کا دروازہ کھل جاتا ہے

دین اسلام کی تعلیمات کا بنیادی مقصد انسان کی نفسانیت کو مغلوب اور روحانیت و نورانیت کو غالب کرنا ہے تاکہ انسان کو اللہ کی رضا حاصل ہوجائے اور رب کی ناراضگی و عذاب سے انسان کو نجات مل جائے۔ لیکن چونکہ مسلمانوں کی اکثریت اسلام کو قوم کی حیثیت سے مان رہے ہیں دین کی حیثیت سے نہیں یہی وجہ ہے کہ نہ مسلمانوں میں دینی اور مذہبی رنگ پایا جاتا ہے، نہ ہی احکام شریعت سے ان کا کوئی واستہ نظر آتا ہے اور نہ ہی انہیں آخرت میں جوابدہی کا کوئی احساس ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت اسلامی تعلیمات پر بھی رسماً عمل کررہی ہے اس لیے تعلیمات اسلامی کے مذکورہ بالا بنیادی مقصد کے حصول میں ہم تقریباً ناکام ہوچکے ہیں۔ جب انسان کی روحانیت غالب اور نفسانیت مغلوب ہوتی ہے تو اس کا ہر عمل رضائے الٰہی کے لیے ہوتا۔ رب کی رضا و خوشنودی وہ عظیم نعمت ہے جو تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے یہ بات اپنے ذہن میں رکھیں کہ عموماً انسان تمام اچھائیوں کو اپناتا ہے اور برائیوں کو ترک کرتا ہے تاکہ اسے جنت جیسی نعمت مل جائے جو در حقیقت رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ تمام کرامتوں اور سعادتوں کا مرکز و محور رضائے الٰہی ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے رحمت عالمؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ خدائے تعالی اہل جنت کو ندا دے گا کہ اے جنت والو! وہ عرض کریں گے وہ بولیں گے حاضر تیری خدمت کے لیے مستعد، ساری بھلائی تیرے دونوں ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالی پوچھے گا: کیا تم راضی ہو؟ وہ جواب دیں گے کیوں اے پروردگار ہم راضی کیوں نہ ہوں تو نے ہم کو وہ کچھ عنایات فرمایا ہے جو آپ نے اپنی کسی مخلوق کو نہیں دیا۔ خدائے تعالی فرمائے گا کہ کیا میں تم کو اس سے افضل انعام نہ دوں؟ جنتی پوچھیں گے: اے رب! اس سے افضل کیا چیز ہوسکتی ہے اللہ تعالی فرمائے گا کہ میں اپنی رضا مندی تم پر نازل کرتا ہوں اور اب کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ رضائے الٰہی وہ نعمت عظمی جس کا درجہ بہشت سے بھی بڑھ کر ہے۔ تمام مسلمانوں میں صحابہ کرام ہی کی وہ مقدس جماعت ہے جنہیں دنیا ہی میں رضاء خداوندی کا مژدہ جانفزا سنادیا گیا ہے۔ آج تقریباً تمام مکاتب فکر اور مسالک کے لوگ عظمت صحابہ کی محافل کا انعقاد کرتے ہیں لیکن عملی طور پر وہ خود ایسے کام نہیں کرتے جس سے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوجائے بلکہ یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ مسلمانوں کی اکثریت کے افعال ایسے ہیں جو اللہ تعالی کے غضب کو دعوت دینے والے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی کو راضی کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان صحابہ کرام کی عظمتوں کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے کردار کو فسق و فجور سے پاک وصاف رکھنے کی حتی المقدور کوشش کریں تاکہ ہمارے ہر عمل سے ہمیں اللہ اور اس کے رسول کی رضا و خوشنودی حاصل ہوجائے۔ جب اطاعت شعار اور مخلص بندے زندگی کے ہر معاملے میں اللہ اور اس کے حبیب کی رضا و خوشنودی چاہتے ہیں تو ان کی ذات صفات خیر اور اعمال فاضلہ کا مظہر بن جاتی ہے اس کے برعکس جب انسان کی نفسانیت غالب اور روحانیت مغلوب

ہو جاتی ہے تو اس کا ہر فعل دنیاوی اغراض و مقاصد کے حصول کے لیے ہوتا ہے اور وہ مخلوق کی رضا کو رب کی رضا سے زیادہ اہمیت دینے لگتا ہے تو پھر اس سے افعال قبیحہ اور اعمال شنیعہ کا کثرت سے صدور ہونے لگتا ہے۔ آج مسلم معاشرے میں جو تیزی سے برائیوں پھیل رہی ہیں اس کی ایک اہم وجہ بھی یہی ہے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت اللہ اور اس کے حبیب کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے بجائے زندگی کے تمام امور کی انجام دہی میں جائز و ناجائز اور حلال و حرام کے امتیازات کو مٹا کر مخلوق کو راضی کرنے میں اپنی صلاحیتیں اور توانائیاں صرف کر رہی ہے۔ والدین اولاد کی رضا چاہ رہے ہیں جبکہ اولاد والدین کو خوش رکھنا چاہتی ہے، یہی وجہ ہے کہ نئی نسل اسلامی تعلیمات سے دور اور تقریباً گھرانے باہمی الفت و محبت سے محروم نظر آرہے ہیں، سیاسی قائدین اپنے مخصوص حلقہ کو اپنے اعتماد میں رکھنا چاہتے ہیں جبکہ رعایا سیاسی قائدین کو خوش رکھنے کی ہر ممکنہ کوشش کر رہی ہے، یہی وجہ ہے کہ سیاسی فوائد سے وہی لوگ مستفید ہو رہے ہیں جو اثر و رسوخ یا مال و دولت رکھتے ہیں جبکہ عوام الناس کی اکثریت بنیادی مسائل کو حل کرنے میں بھی تنگ و دو کرتی نظر آتی ہے، اسکول انتظامیہ اولیائے طلباء کو مطمئن رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں جبکہ اساتذہ اسکول مینجمنٹ کا اعتبار حاصل کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑ رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ تعلیم کے معیار میں روز افزوں گراوٹ آرہی ہے، وکلاء صاحبان جج صاحبان کو خوش رکھنے کی ہر ممکنہ کوشش کر رہے ہیں جبکہ موکلین چاہتے ہیں کہ وکیل صاحب ہمیشہ ان سے خوش رہے یہی وجہ ہے کہ عدالتوں میں جھوٹی گواہیوں کا چلن عام بات ہو چکی ہے جس کی وجہ سے عدل و انصاف کا تقریباً ہر روز قتل ہو رہا ہے۔ دواخانے کا انتظامیہ ڈاکٹروں کو خوش رکھنا چاہتا ہے جبکہ ڈاکٹر دواخانے کے انتظامیہ کو خوش رکھنے میں تمام توانائیاں صرف کر دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مریضوں کو مالی مشکلات سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ الغرض تمام شعبہ ہائے حیات میں انسان کا رویہ یہی ہو گیا ہے کہ وہ رب کی رضا کو مدنظر رکھنے کے بجائے جائز و ناجائز اور حلال و حرام کے تمام امتیازات کو فراموش کر کے مخلوق کی رضا کو چاہنے لگا ہے۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں رکھنا اور مسجد سے باہر نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں رکھنے سنت ہے۔ اسلامی روایت کے مطابق دائیں طرف اکثر اچھی چیزوں اور نیکیوں سے جبکہ بائیں طرف کم مطلوبہ اعمال سے منسلک ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس بات کا صراحت کے ساتھ ذکر ملتا ہے کہ وہ نیک بخت اور خوش نصیب اشخاص جو میدان حشر میں امتحانات الٰہیہ میں کامیاب و کامران ہوں گے ان کا نامہ اعمال اکرام و اعزاز کے ساتھ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ ان خوش نصیبوں کو عرش الٰہی کی دائیں طرف جگہ عنایت کی جائے گی جو ان کے عزیز و سربلند ہونے اور مقربین بارگاہ خداوندی ہونے کی علامت ہوگی۔ اور جن مست و مغرور عیش پرستوں نے دنیا میں بغاوت و سرکشی اور فسق و فجور کی زندگی گزاری ہوگی وہ بدنصیب کل بروز قیامت سزاؤں اور دردناک عذاب کے مستحق ہوں گے اور ان کا نامہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا جو ان کے ذلیل و سرنگوں ہونے، منحوس و وحشت ناک اور رحمت کردگار سے دور ہونے کی نشانی ہوگی۔ ان آیات مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو لوگ دنیا میں تقویٰ و طہارت زندگی اختیار کرتے ہیں اور محض رب کو راضی کرنے کے لیے تمام بندگان خدا کے حقوق کی ادائیگی میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے ہیں ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے اہل دنیا انہیں پست و حقیر سمجھیں لیکن میدان حشر میں یہی لوگ سربلند ہوں گے چونکہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل و کرم سے

حیات جاودانی اور ابدی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرتے ہوئے اور مخلوص کو راضی کرنے کے لیے عوام الناس کے حقوق کو تلف کرتے ہوئے زندگی گزارتے ہیں ممکن ہے کہ وہ دنیا میں شان و شوکت اور سر بلندی کے ساتھ زندگی گزاریں لیکن بروز قیامت یہ خطا کار اور مجرمین ذلیل ورسوا اور حسرت و پشیمانی کے عالم میں ہوں گے۔ قرآن مجید کی مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دائیں جانب برکت، فرحت و مسرت سے جبکہ بائیں جانب بدنصیبی، محرومی اور حسرت سے عبارت ہے۔ اسی لیے مسلمانوں کو مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں رکھنے اور باہر نکلتے وقت بایاں پاؤں رکھنے کی تعلیم دی گئی۔ اس کے ذریعہ مسلمانوں کو یہ پیغام دیا گیا کہ جو بندہ مومن دنیاوی مصروفیات کو ترک کر کے مسجد میں آتا ہے در حقیقت وہ اپنا تعلق رب کائنات سے جوڑ لیتا ہے اور اللہ تعالی سے وابستگی ہی میں انسان کی اصل کامیابی و کامرانی مضمر ہے اسی لیے مسجد میں داخل ہوتے ہوئے دایاں پاؤں رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ عموماً جب مسلمان نمازوں کی فراغت کے بعد دنیاوی مصروفیات میں مشغول ہوجاتا تو اکثر لوگ کاروبار کی منفعت کی امید میں اس قدر مستغرق ہوجاتے ہیں کہ وہ اپنے پالنہار سے غافل ہوجاتے ہیں جو در حقیقت دنیا و آخرت میں انسان کے حق میں محرومی کا باعث ہے اسی لیے مسجد سے باہر نکلتے وقت دایاں پاؤں رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ افسوس صد افسوس جس مسلمان کو دن میں پانچ مرتبہ عملی طور پر یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ اللہ اور اس کے حبیبؐ سے اٹوٹ وابستگی میں کامیابی و کامرانی کا راز مضمر ہے اور اللہ اور اس کے حبیبؐ کے احکامات وارشادات کی خلاف ورزی کرنے میں ہلاکت و بربادی ہے اس کے باوجود مسلمانوں کی اکثریت اپنی زندگی کے بیشتر امور میں اللہ اور اس کے حبیبؐ کی رضا و خوشنودی کی بجائے بندوں کی رضا و خوشنودی کو ترجیح دے رہے ہیں نتیجتاً مسلمان اچھائیوں سے دور اور برائیوں کے دلدل میں دھنستے چلے جارہے ہیں جس کے سبب مسلم معاشرے میں برائیاں تیزی سے پھیل رہی ہیں۔ اگر ہمیں مخلوق کی خوشنودی سے زیادہ اللہ اور اس کے حبیبؐ کی رضا و خوشنودی کا خیال ہوتا تو ہم آخرت کے مقابل دنیا کی زندگی پر خوش و مطمئن نہیں ہوتے، دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ اللہ اور اس کے حبیبؐ کی رضا و خوشنودی کو اہمیت دیتے جو شرف کے تمام مقامات سے اونچا و بالاتر ہے، شکوہ و شکایت کرنے کے بجائے ہر حال میں رب کردگار کا شکر ادا کرتے، اپنے اور اپنے اہل وعیال کی خوشیوں کا خیال کرنے کے ساتھ رفاہی خدمات اور بھلائی کے کاموں کی طرف لپکتے، لوگوں سے منت و سماجت کرنے بجائے رب کے حضور گریہ وزاری کرتے ہوئے دعائیں مانگتے، دنیاوی معاملات کی انجام دہی کے ساتھ انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ نمازوں کی پابندی کرتے اور برائیوں اور گناہوں سے اپنے دامن کو آلودہ ہونے سے بچاتے، غرور وتکبر کرنے کے بجائے عاجزی وانکساری کو اپنے شیوہ بنالیتے، جھوٹ بول کر لوگوں کو دھوکہ دینے کے بجائے راست گوئی اور سچ بولنے کی عادت ڈال لیتے، دنیاوی منصب وعہدہ اور جاہ وحشمت پر مفتخر رہنے کے بجائے اللہ سے ملاقات کا شوق رکھتے۔ قیامت کے دن کف افسوس ملنے سے بہتر ہے کہ ہم اپنے تمام گناہوں سے تائب ہوکر رجوع الی اللہ ہوجائیں اور مخلوق کو راضی کرنے کے بجائے اللہ اور اس کے حبیبؐ کو راضی کرنے کی کوشش کریں تا کہ ہم دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہوجائیں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں اسلامی تعلیمات کی روح کو سمجھنے اور اس پر صدق دل کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین طہ ویسین۔

ڈاکٹر مفتی سہیل ندوی۔سابق پرنسپل میسکو کالج، حیدرآباد

زندگی اور موت— صرف اللہ کے ہاتھ میں

حالیہ دنوں سعودی عرب کے مشہور شہزادے الولید بن خالد بن طلال آل سعود (جنہیں ''سوتے ہوئے شہزادے'' کے نام سے جانا جاتا تھا) کے انتقال کی خبر نے پوری دنیا کو غمزدہ کر دیا۔ وہ 19 جولائی 2025 کو 36 سال کی عمر میں انتقال کر گئے، جبکہ وہ تقریباً 20 سال سے کوما کی حالت میں تھے۔

بیس سال کا طویل امتحان

سال 2005 میں برطانیہ میں تعلیم کے دوران ایک حادثے میں شدید دماغی چوٹ اور اندرونی خون بہنے کے باعث وہ کوما میں چلے گئے۔ اس کے بعد انہیں ریاض کے کنگ عبدالعزیز میڈیکل سٹی میں رکھا گیا۔ دنیا کے بہترین ڈاکٹروں، مہنگے ترین آلات اور جدید ترین علاج کے باوجود وہ شعور میں نہ آسکے۔

ان کے والد شہزادہ خالد بن طلال نے بیٹے کی زندگی بچانے کی ہر ممکن کوشش کی اور علاج بند کرنے سے انکار کیا۔ وہ ہر وقت اللہ کی رحمت اور شفا پر یقین رکھتے رہے۔ بیس سال تک یہ کمرہ صبر اور دعا کی علامت بنا رہا، جہاں عزیز و اقارب ان کی عیادت اور دعا کے لیے آتے رہے۔

بیس سال کا خرچ— پھر بھی زندگی نہ بچ سکی

مختلف رپورٹس کے مطابق ان کے علاج پر روزانہ تقریباً 1,500 سے 2,000 امریکی ڈالر (تقریباً دو لاکھ روپے) خرچ ہوتے تھے، اور بیس سال کے اس عرصے میں یہ اخراجات اربوں روپے تک پہنچ گئے۔ اس کے باوجود وہ زندگی واپس حاصل نہ کر سکے۔

یہ حقیقت واضح کرتی ہے کہ دنیا کی دولت اور بہترین علاج بھی موت کو ایک لمحے کے لیے نہیں ٹال سکتے۔

قرآن کا پیغام

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

''اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل وہ کیا کمائے گی، اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔'' (لقمان:34)

یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ زندگی اور موت صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

غور و فکر کا موقع

ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ وہ زیادہ دن زندہ نہیں رہ سکیں گے، لیکن اللہ کے حکم سے وہ بیس سال زندہ رہے۔ اس عرصے میں تمام وسائل، دولت اور دنیا کی جدید ٹیکنالوجی استعمال کی گئی، مگر موت کا وقت آیا تو کوئی روک نہ سکا۔

ہمارے لیے اسباق

1. اصل کامیابی اللہ کی اطاعت میں ہے: دولت اور علاج عارضی سہولتیں ہیں، زندگی اللہ کی مرضی سے ہے۔

2. وقت قیمتی ہے: جو وقت ہمارے پاس ہے، اسے ضائع نہ کریں، آخرت کی تیاری کریں۔

3. والدین اور خاندان کی محبت: ان کے والد کا بیٹے کے لیے صبر اور دعا ایمان و محبت کی بہترین مثال ہے۔

4. دنیا عارضی ہے: یہ واقعہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ کوئی بھی انسان دولت یا ٹیکنالوجی کے ذریعے موت کو نہیں روک سکتا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے دن انسان سے چار چیزوں کے بارے میں سوال ہوگا: اس کی زندگی کے بارے میں کہ کہاں گزاری..." (ترمذی)

نتیجہ—اللہ پر یقین

شہزادہ الولید بن خالد کا واقعہ ہم سب کے لیے سبق ہے۔ دولت، طاقت اور بہترین علاج انسان کو موت سے نہیں بچا سکتے۔ اصل کامیابی یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کو اللہ کی رضا کے مطابق گزاریں اور آخرت کی تیاری کریں۔

اللہ تعالیٰ شہزادہ الولید پر اپنی رحمت نازل فرمائے، ان کی مغفرت کرے اور ہمیں یہ سمجھنے کی توفیق دے کہ زندگی اور موت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ آمین۔

☆☆☆

علی شاہد دلکش
کوچ بہار گورنمنٹ انجینئرنگ کالج، ضلع کوچ بہار، مغربی بنگال، انڈیا

نعتیہ ہائیکو

صادق بھی ہیں وہ
سارا عالم کہتا ہے
حاذق بھی ہیں وہ

رحمت والے ہیں
دونوں عالم کے رہبر
عظمت والے ہیں

ذکر کے جوہر ہیں
دو عالم کی عظمت سے
فکر کے گوہر ہیں

نکہت والے ہیں
کہتا ہے رب بندوں سے
حکمت والے ہیں

ہے میرا ایماں
امّت کی بخشش ہو گی
آقا سب کی جاں

ڈاکٹر نادر المسدوسی۔صدر بزم علم وادب حیدرآباد

تلنگانہ کے غیر مسلم اردو کے معروف شاعر پنڈت دامودر ٹھاکور ذکی

ضلع محبوب نگر کے ممتاز شاعر پنڈت دامودر ذکی ٹھاکور ۲۰/اپریل ۱۹۰۳ء کو تعلقہ کوڑنگل ضلع گلبرگہ شریف (سقوط حیدرآباد سے قبل تعلقہ کوڑنگل ضلع گلبرگہ کے تحت تھا اب یہ ضلع محبوب نگر میں ہے) کے مرہٹہ برہمن گھرانے میں تولد ہوئے۔ان کا سلسلہ نسب رابندرناتھ ٹیگور سے ملتا ہے۔ ان کے اباء واجداد دیسمکھ تھے۔موضع پڑیل ضلع رتنا گیری ان کا آبائی وطن ہے۔دیسمکھی برخاست ہوئی توان کے والد شیورام پنت جو اچھے ستارنواز تھے اور چچا باجی راؤ، اندور گوالیار اور جھانسی سے ہوتے ہوئے تلاش معاش میں حیدرآباد آئے۔

ریاست حیدرآباد نے اپنے روایاتی انداز میں ان خاندانی اصحاب کو آسرا دیا،سررشتہ بندوبست میں جائیداد گرداوری پر ہردو کا تقرر کیا۔ان کے چچا کوڑنگل پر اور والد ماجد چنچولی متعین کئے گئے۔چنچولی کی آب وہوا موافق نہ ہونے سے ان کی والدہ اور بڑے بھائی کو کوڑنگل بھیج دیا گیا۔ اُس وقت تک ذکی پیدا نہیں ہوئے تھے۔

ذکی پانچ برس کی عمر میں یعنی ۱۹۰۸ء میں سایہ پدری سے محروم ہوگئے اور اپنے چچا باجی راؤ کے زیر سرپرستی ابتدائی تعلیم وتربیت کوڑنگل میں حاصل کی۔فارسی اُس وقت کے اُستاد حضرت سید شاہ عبدالعزیز المعروف بہ وجودی شاہ چشتی القادری سے سیکھی۔ان کے مولوی اسمٰعیل شرف ازل سے رجوع ہوئے اور تقریباً ۲ سال تک فن عروض سیکھتے رہے ۔کچھ عرصہ بعد ازل صاحب کا تبادلہ ہوگیا تو ان ہی کے دوست دکن کے مایہ ناز سپوت وشاعر حضرت حبیب اللہ وفا جیسے قابل اُستاد سے اردو، فارسی اور عربی کے ساتھ ساتھ فن عروض اور قواعد سیکھی جو کہ بحسن اتفاق کوڑنگل میں ہی بحیثیت مدرس کارگذار تھے۔ذکی نے ان سے شاعری میں اصلاح لی اور مہارت حاصل کی۔

ختم تعلیم کے بعد ذکی سررشتہ تعلیمات سے منسلک ہوگئے اور دوران تعلیم حضرت وفا کے مشورہ پر پنجاب یونیورسٹی لاہور سے منشی فاضل کا امتحان کامیاب کیا۔جب ملازمت کے سلسلے میں ان کی تعیناتی کوہیر پر ہوئی تو اُس وقت حضرت وفا بیدر پر تھے۔ذکی ہر پنجشنبہ کو سیکل پر ۲۴ میل کا طویل فاصلہ طئے کر کے کوہیر سے بیدر جاتے اور اپنے استاد سے فیض حاصل کرتے یہ سلسلہ تقریباً ۱۴ سال تک جاری رہا۔

انہوں نے طالب علمی کے زمانے میں ایک نظم لکھی تھی جو حیدرآباد کے ماہنامہ ''شہاب'' میں شائع ہوئی تھی ۔مدیر شہاب نے ان کی شعری صلاحیتوں کو سراہتے ہوئے کیسہ زر پیش کیا تھا۔

پنڈت دامودر ذکی ٹھاکور کی شعری صلاحیتوں کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب وہ چوتھی جماعت

میں تھے وقتاً فوقتاً شعر کہنے لگے اور اپنے ساتھیوں اور اساتذہ کرام کو سنایا کرتے۔

ایک مرتبہ انسپکٹر آف اسکولس معائنہ کی غرض سے اسکول آئے اُس وقت ان کو معلوم ہوا کہ یہ چھوٹا سا لڑکا شعر گوئی کرتا ہے۔ تو وہ حیرت میں پڑ گئے۔ انسپکٹر پولیس کا نام اندر تھا۔ انہوں نے ذکی سے کہا کہ اگر وہ کوئی اچھا شعر سنائیں تو ان کو انعام دیا جائے گا۔ ذکی نے فی البدیہہ شعر کہا جس کا مفہوم اس طرح تھا کہ ''اے پر یونا چوکہ آج راجہ اندر ہماری سبھا میں آئے ہیں'' انسپکٹر آف پولیس نے ذکی کو گود میں اٹھالیا۔ بازار سے مٹھائی منگوائی اور سارے لڑکوں میں تقسیم کی اور ذکی کو انعام بھی دیا۔

پنڈت دامودر ذکی ٹھاکور اردو کے علاوہ فارسی، عربی، مرہٹی، کنٹری اور تلنگی سے اچھی طرح واقف تھے اور ہندی میں شعر بھی کہا کرتے تھے۔ انہیں جملہ اصناف سخن پر دست رس حاصل تھی۔ اس کے علاوہ انہیں موسیقی سے بھی بے حد لگاؤ تھا۔ بہترین طبلہ نواز اور گویئے تھے۔ ذکی کے کلام میں جدت آفرینی، حسن خیال، نزاکت بیاں، لطف گفتار اور زور ترنم پایا جاتا ہے۔ انہوں نے بہت سادہ بیاں زباں میں شعر کہے ہیں جس کی وجہ سے ایک عام آدمی بھی ان کے کلام سے محظوظ ہوتا ہے۔

ذکی کا کلام بھی اُس وقت کے اساتذہ سخن عندلیب، ذہین، کوکب، جذب، ازل اور وفا کے ساتھ ملک کے معیاری رسالوں میں جیسے ساقی، سب رس، شہاب اور ہمایوں وغیرہ میں شائع ہوتا تھا۔

ذکی کی انفرادیت ہی ان کے کلام کی سب سے بڑی اور سب سے اہم خصوصیت ہے۔ ان کا شعری ذوق اور اپنے فن سے انہماک اپنا خاص انداز رکھتا ہے۔ اس انفرادیت کے متعلق ان کے ایک شعر میں اُن کا مقام و مرتبہ واضح ہو جائے گا۔

ایک دن نقش قدم پر میرے بن جائے گی راہ
آج صحرا میں تو تنہا ہوں کہیں کوئی نہیں

ذکی کے پاس الفاظ کا خزانہ تھا۔ ادائے مفہوم کے لئے الفاظ کا بہت خوبصورت استعمال کرتے تھے۔ ان کے ہاں حسن بیان میں جا بجا سادگی اور بے ساختہ پن جھلکتا ہے۔

ہم اُن کی خاطر مر بھی گئے، وہ قبر تک آنا بھول گئے
برباد ہماری مٹی کی، مٹی میں ملانا بھول گئے

ذکی کا طرز بیان، حسن ادا اور زبان ہندو مسلم تہذیب کا آئینہ دار ہے۔ معنٰی خیز الفاظ، اسلوب اور محاوروں کا برمحل استعمال ان کا خاص وصف ہے۔

محبت کا جنون لیکر شعور ناتمام آیا
شباب زندگی کی موڑ پر نازک مقام آیا

نکالے خار ہی سے پاؤں کے ٹوٹے ہوئے کانٹے
مصیبت میں بھلے ہی دشمنوں سے کام لیتے ہیں

تعصب کی عینک کے بغیر دیکھنے والوں کو کلام ذکی کے آئینہ خانہ میں دکن کی تہذیب نظر آتی۔

محب اردو پنڈت دامودر ذکی ٹھاکور سے متعلق جناب حسن الدین احمد صاحب آئی۔ اے۔ ایس (سابق ڈی۔ آر۔ او۔ محبوب نگر) ''حرف عقیدت'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"بابائے اردو مولوی عبدالحق اردو رسم الخط میں جزوی تبدیلیوں کے حق میں تھے۔ اپنی قرا رداوں کو اس ضمن کے تحت دہلی اور ناگپور میں منوا چکے تھے۔ حیدرآباد کے جوبلی ہال میں اردو کانفرنس منعقد ہوئی۔ ان تحریکات کو وہ یہاں بھی منظور کروانا چاہتے تھے۔ اس جلسہ کی خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس میں سر عبدالقادر مدیر "مخزن" جناب رشید احمد صدیقی، سرتیج بہادر سپرداور جناب خواجہ حسن نظامی جیسے ادباء شریک تھے۔ ان اکابرانِ وقت کی موجودگی میں اس قرار داد کی مخالفت کی توفیق ہوئی تو تعلقہ کوڑنگل کے رہنے والے ایک برہمن نژاد مدرس کو جس کی عمر اس وقت بمشکل ۳۸ سال تھی۔ اس نوجوان نے اردو رسم الخط میں کسی قسم کی تبدیلی کے خلاف ایک مبسوط مقالہ پڑھا اور زور دے کر کہا کہ اردو اگر زندہ رہ سکتی ہے تو صرف اِسی موجودہ رسم الخط میں ....جب آراء حاصل کئے گئے تو پنڈت دامودر ذکی ٹھاکور کی تحریک منظور ہوئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اردو آج تک بھی اسی رسم الخط میں زندہ ہے اور ترقی کرتی جارہی ہے باوجود نامناسب حالات کے.........."

پنڈت دامودر ذکی ٹھاکور کی دن رات کی محنتوں نے انہیں اُستاد کے درجہ تک پہنچادیا۔ ان کے شاگردوں کا حلقہ بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔

ویسے تو اُن کے شاگرد کافی ہیں لیکن ان میں حضرت سرفراز علی سرفرازؔ (مرحوم) حضرت سعید الدین خاں سعیدؔ سابق صدر مدرس مدرسہ فوقانیہ چنچلگوڑہ حیدرآباد (مرحوم) حضرت سرورؔ فرزائی گلبرگہ (مرحوم)، حضرت رحمت کوثر (مرحوم)، حضرت حفیظ کبیر (مرحوم) جن کا مجموعہ کلام "متاع کبیر" شائع ہوا) شاعری میں کافی نام کمایا۔ جب حضرت سعید الدین خاں سعید کوڑنگل سے وظیفہ حسن خدمت پر سبکدوش ہوئے تو انہوں نے ذکی کو اس طرح خراج پیش کیا۔

ہیں آسودہ جس خاک میں شیخ بلجیؒ
کوڑنگل کا وہ آستاں ، چھوڑ آئے
تلمذ پہ جس کے رہا فخر مجھ کو
ذکی سادہ معجز بیاں چھوڑ آئے

حضرت عیاں حیدرآبادی (مرحوم) نے اس طرح خراج پیش کیا۔

قطعہ

ادب ہے فلسفہ ہے شاعری ہے
تصوف ہے غزل ہے مثنوی ہے
کوڑنگل کیوں نہ ہو اپنے پہ نازاں
یہاں جب شاعر کامل ذکی ہے

جناب نورؔ آفاقی (محبوب نگر، آندھراپردیش) اور جناب محبّ کوثر مرحوم جو گلبرگہ، کرناٹک میں مقیم تھے اور اسے وطن ثانی بنالیا تھا (گو کہ ان کا تعلق بھی محبوب نگر سے رہا) آسمان ادب پر پنڈت دامودر ذکی ٹھاکور کا نام کافی روشن کررہے ہیں۔ پنڈت دامودر ٹھاکور ذکی ۱۸/اکتوبر ۱۹۷۶ء کو ۷۳ برس کی عمر میں اس دارفانی سے کوچ کر گئے۔

☆☆☆

ڈاکٹر محمد شاہد صدیقی علیگ

نفرت کی آگ مغلوں سے مسلم مجاہدین آزادی سے تک

شہرہ آفاق مورّخ ایمریٹس پروفیسر عرفان حبیب کے حوالے سے انگریزی جریدہ فرنٹ لائن کے 22راگست 1997ء کے شمارے میں ایک مضمون شائع ہوا تھا، جس میں انہوں نے اہل ہند کو متنبہ کیا تھا کہ:

''ہر گزرتے دن کے ساتھ کاغذ، دھاتو، اینٹ اور پتھر پر درج تاریخی نقوش کو مٹایا جارہا ہے، اگر مٹانے والے ہاتھوں کو روکنا ہے تو ملک کے ماضی میں عوام کی دلچسپی کو بیدار کرنا ہوگا، اس کاوش میں وہ لوگ بہت اہم کردار ادا کر سکتے ہیں جو کہ ہماری مشترکہ میراث کے قدر دان ہیں۔''

مگر مختلف معاملات کی طرح لوگوں نے ان کی اس قیمتی آرا پر کوئی توجہ نہ دی، بلکہ ایک کان سے سنا دوسرے سے نکال دیا۔ جس کا نتیجہ سب کے سامنے ہے۔ ویسے تو یہ عامیانہ حرکتیں ملک کی آزادی کے فوراً بعد دبے پاؤں سے شروع ہوگئیں تھیں جس میں وقتاً فوقتاً تیزی بھی آتی گئی، لیکن این۔ ڈے۔ اے۔ حکومت سے قبل شاذ و نادر ہی حکومتی ذی اختیار نے ایسے کاموں کی سرپرستی کی ہو، لیکن 2014ء میں نریندر مودی کی حلف برداری کے بعد سرکاری شہ پر عہد وسطی ہند کو برصغیر کا بدترین دور بتانے کی کاوشیں طوفانی رفتار سے شروع کی گئیں۔ مغلوں سے شروع ہوئی نفرت کی آگ اب نو آبادیاتی نظام سے ٹکرانے والے عظیم مسلم مجاہدین آزادی تک جا پہنچی۔ ابھی گزشتہ دنوں چودھری چرن سنگھ یونیورسٹی کے انجینئرنگ کالج کی دیواروں پر مسلم مجاہدین آزادی کی تصاویر بنائی گئیں تھیں، جن کے چہروں کو بعض شرپسندوں نے مسخ کر کے انگریزی میں No Muslim Freedom Fighter بھی لکھ دیا تھا۔ لیکن ان کالے انگریزوں کو سزا دینا تو ان کے خلاف کوئی کاغذی کارروائی تک نہیں ہوئی۔ ویسے تو ایسی حرکتوں کی طویل فہرست ہے، مگر تازہ معاملہ علی گڑھ ضلع میں آزاد ہند فوج کے کیپٹن عباس علی کی یاد میں کوارسی بائی پاس پر واقع جیون گڑھ میں سلیم پلیا پر بنائے گئے ایک گیٹ کو لے کر سامنے آیا ہے، جسے علی گڑھ بلدیہ نے کرین سے ہٹا کر زمین دوز کر دیا ہے۔ جسے سماجوادی پارٹی کے سابق ایم۔ ایل۔ اے ضمیر اللہ نے تعمیر کرایا تھا۔ جب لوگوں نے بلدیہ کے اس فعل پر احتجاج کیا تو بلدیہ حکام نے دست اندازی کا نام دے کر درست قرار دے دیا۔

بہر کیف کیپٹن عباس علی کوئی تاریخ کا گڑھا ہوا کردار نہیں بلکہ نیتا جی سبھاش چندر بوس کے رفیق اور آزاد ہند فوج کے مخلص سپاہی تھے۔ جو 3رجنوری 1920ء کو خورجہ ضلع بلند شہر کے ایک مسلم راجپوت گھرانے میں پیدا ہوئے۔ وہ شروع سے ہی بھگت سنگھ کے انقلابی خیالات سے متاثر تھے وہ جب خورجہ میں ہائی اسکول کے طالب علم تھے تو بھگت سنگھ

اوران کے ساتھیوں کی قائم کردہ تنظیم نوجوان بھارت سبھا کی رکنیت حاصل کرلی تھی۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں دوران تعلیم کنور محمد اشرف کے رابطے میں آئے اور آل انڈیا اسٹوڈنٹس یونین کے رکن بن گئے،1939ء میں برٹش انڈین آرمی میں شمولیت اختیار کرلی۔1945ء میں سبھاش چندر بوس کی ایما پر برطانوی فوج سے بغاوت کرکے انڈین نیشنل آرمی میں شامل ہوگئے اور بطور کپتان خدمات انجام دیں، جس کی پاداش میں انہیں گرفتار کرلیا گیااور کورٹ مارشل کرکے موت کی سزا سنائی گئی۔

1947ء میں آزادی حاصل کرنے کے بعدانہیں رہا ئی ملی رام منوہر لوہیا جیسے سوشلسٹ پارٹی لیڈروں سے متاثر ہوکر1948ء میں سیاست میں داخل ہوگئے۔1966ء میں سینکت سوشلیٹ پارٹی کاصوبائی جنرل سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ انہوں نے اپنی سوانح عمری 'نہ رہو کسی کا دست نگر: میرا سفر نامہ' لکھی جو 3رجنوری 2009ء کو شائع ہوئی۔جب اندرا گاندھی نے ایمرجنسی نافذ کی تب وہ 19رمہینے جیل میں رہے۔عباس علی اپنی پوری زندگی میں50 سے زائد مرتبہ جیل گئے۔11راکتوبر 2014ء کو طویل بیماری کے بعد جے۔ این۔ایم۔کالج علی گڑھ میں آخری سانس لی۔ہم حکومت سے مانگ کرتے ہیں کہ وہ بلدیہ کے ذریعہ ہٹائے گیٹ کی تفتیش کرائے اور قصورواروں کو عبرت ناک سزا دے جنہیں مجاہد آزادی کیپٹن عباس علی کی جگہ ایک مسلم نام نظر آرہا ہے۔افسوس صد افسوس! اس مسلم دشمنی اور اندھے حکمرانوں پر۔

☆☆☆

جہانگیر قیاسؔ۔حیدرآباد

غزل

کوئی سنتا نہ ہوگر پھر بھی سنا یا جائے
آپ کا کام ہے حق کو نہ چھپا یا جائے

ہر غلط راہ سے خود کو یوں بچایا جائے
ہر قدم سوچ سمجھ کر ہی اٹھایا جائے

جذبے جو سو گئے ہیں اُن کو جگانے کے لئے
انقلابی کوئی گیت ایسا بھی گایا جائے

دُور کرنی ہو اگر آپ کو نفرت کی گھٹن
دل میں بس پیار کے پودے کو اُگا یا جائے

جس کو پڑھنے سے سنور جاتے ہیں دین اور دُنیا
اپنے بچوں کو سبق ایسا پڑھایا جائے

آہ خالی نہیں جاتی ہے کسی کی بھی قیاسؔ
دل کو ہرگز نہ کسی کے بھی دُکھایا جائے

مولانا سید احمد ومیض ندوی۔استاذ حدیث دارالعلوم حیدرآباد

جنگ آزادی میں مسلمانوں کی قربانیاں اور موجودہ صورتِ حال

ہر سال جب ۱۵راگست کی تاریخ آتی ہے تو دو طرح کی حقیقتیں بار بار ذہن سے ٹکراتی ہیں: ایک آزادی کے لیے پیش کی گئی مسلمانوں کی بے پناہ قربانیاں اور دوسری ملک میں مسلمانوں کی موجودہ قابل ترس اور افسوسناک صورتحال۔ یقین نہیں آتا کہ کیا یہ وہی ملک ہے جسے مسلمانوں نے خون جگر سے سینچا تھا؟ اور جس کی زلفوں کو سنوارنے کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا؟ ملک کی آزادی کے لیے حضرات علماء کرام اور عام مسلمانوں نے جس قدر خون بہایا ہے دیگر برادران وطن نے اتنا پسینہ بھی نہیں بہایا، مسلمانوں نے کیسی کیسی قربانیاں دیں اور اس ملک کو کتنا کچھ نوازا ہے اس کے لیے ہندوستان کی تاریخ کا سرسری مطالعہ بھی کافی ہے، سب سے پہلے آزادی کا نعرہ دینے والے مسلمان تھے، وہ مسلم علماء ہی تھے جنہوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتوی دیا تھا، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی وہ پہلی شخصیت تھی جس نے انجام کی پرواہ کیے بغیر باقاعدہ انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتوی دیا، جنگ آزادی کے دوران مسلمان مجاہدین اور بالخصوص علماء کرام پر جو مظالم ڈھائے گئے ان کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، مجاہدین آزادی پر بڑے سے بڑے مظالم ڈھائے گئے لیکن وہ ان مظالم کے آگے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑے رہے۔گزشتہ دنوں شہر گلبرگہ سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان عالم دین مفتی شمس الدین قاسمی کا جنگ آزادی میں علماء کی قربانیوں سے متعلق مختصر کتابچہ نظر سے گزرا، جس میں انہوں نے علماء اور مسلم مجاہدین آزادی پر ڈھائے گئے مظالم کی چند جھلکیاں پیش کی ہیں جو لائق توجہ ہیں:

ایک سزا انگریز نے ایسی بھی دی ہے کہ پھانسی کا پھندا ایک تھا گردن دو تھیں، ایک بابا رام شرن داس کی تھی، اور ایک مولوی عامر علی کی تھی، آج اگر یہ ہسٹری آپ کو پڑھنی ہو تو ایودھیا میں ایک بہت مشہور جگہ ہے، جہاں املی کا جھاڑ ہے، وہ آج بھی موجود ہے، اسے کبیر کا ٹیلا کہتے ہیں، آرکیوجیکل سروے آف انڈیا نے اس ہسٹری کو کبیر کے ٹیلے کے پاس لکھ کر ایک بورڈ میں لٹکایا ہوا ہے۔

ہریانہ میں ایک جگہ ہے ہانسی، وہاں کی ہسٹری ہے کہ یہاں پر دو دوست رہا کرتے تھے، ایک کا نام تھا حکیم چند جین، اور ایک کا نام منیر بیگ تھا اس ہسٹری میں لکھا ہے کہ حکیم چند جین اور منیر بیگ، دونوں نے انتا ڈٹ کر انگریزوں کا مقابلہ کیا اور اتنا لوہا لیا کہ نابھا، کپورتھلا، کشمیر، اور پٹودی راجاؤں کی مدد سے پکڑ کر انہیں انگریزوں کو سونپا گیا، انگریز چاہتے تھے ہانسی کے لوگ ہمیشہ کے لیے ڈر جائیں، ان کی ہمتیں ٹوٹ جائیں، اس مقصد کے تحت ان دونوں کو ایسی انوکھی سزا دی گئی کہ آپ کو اتہاس کی کتابوں میں ایسی سزا کہیں نہیں ملے گی، حکیم چند جین اور منیر بیگ کو ساتھ لایا گیا، حکیم چند جین کو ان کے مذہب کے خلاف زندہ دفنا دیا گیا، اور منیر بیگ کو ان کے مذہب کے خلاف چتا پر زندہ جلا دیا گیا۔

ہماری تاریخ میں ایک ایسا انسان بھی ہے، جس نے گاندھی جی کی جان بچائی، اس انسان کا نام بٹک میاں انصاری ہے، بٹک میاں انصاری کو یہ کام سونپا گیا تھا کہ وہ گاندھی جی کو چمپارن ستیہ گرہ کے دوران دونوں ٹائم کھانا کھلاتے رہیں، انگریزوں نے بٹک میاں انصاری کے سارے پریوار کو ایک ساتھ اغوا کرلیا اور ان پر یہ دباؤ بنایا کہ بٹک میاں انصاری گاندھی جی کے کھانے میں پوائزن (زہر) ملا دے، بٹک میاں انصاری نے ان کے دباؤ میں جب یہ قدم اٹھانا چاہا تو عین گاندھی جی کے نوالا توڑنے سے پہلے بٹک میاں انصاری نے ان کے ہاتھ سے چھین کر وہ ڈش پھینک دی، جب گاندھی جی نے پوچھا تو رونے لگے، کہا انگریزوں نے کل میرے بچے کی لاش بھجوائی ہے، اور کہا ہے کہ اگر آج میں نے آپ کو زہر نہیں دیا تو میرے پریوار سے ایک اور لاش مجھے بھجوا دی جائے گی، بٹک میاں انصاری نے اپنے پریوار کی پرواہ کیے بغیر گاندھی جی کے ہاتھ سے وہ پوائزن بھرا کٹورا چھین کر پھینک دیا، اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے ملک کے راشٹر پتی نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ اے موتی ہاری کے لوگو! میں اس وقت وہاں موجود تھا اور میں آج آپ کے بیچ راشٹر پتی بن کر آیا ہوں، اور گاندھی جی کی جان بچانے والے اس بٹک میاں انصاری کو اس کے عوض میں 50 ایکڑ زمین موتی ہاری میں دینا چاہتا ہوں، یہ الفاظ ہمارے بھارت کے پہلے راشٹر پتی بابو راجندر پرساد کے تھے، جنہوں نے 1950 میں بٹک میاں انصاری کو وہ 50 ایکڑ زمین دینا چاہا لیکن بطک میاں انصاری کو وہ 50 ایکڑ زمین کب الاٹ کی گئی تو اس بارے میں لکھا ہے کہ زمین کو الاٹ کرتے کرتے 1957 لگ گئے اور تب تک بٹک میاں انصاری اس دنیا میں نہیں رہے۔

کیرلا کے مالا باری مسلمانوں نے گاندھی جی کی اسیوگ آندولن میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اس اندولن میں حصہ لینے کی وجہ سے انگریزوں نے انہیں بہت زور سے کچلا، اتنے زور سے کچلا کہ آپ اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ جلیان والا باغ میں جنرل ڈائر کی گولیوں سے مرنے والوں کی تعداد 3709 تھی 39 عورتوں بچوں اور بوڑھوں پہ گولیاں چلائی گئی تھیں، جلیان والا باغ کے المناک حادثے کا آج بھی جب ذکر ہمارے سامنے آتا ہے تو ہماری آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں، تاریخ کے مشہور مصنف پنگ چندرا چیپٹر نمبر 17 میں لکھتے ہیں: کہ مالا باری مسلمانوں کو گاندھی جی کا ساتھ دینے کے لیے 1921 میں یہ قیمت چکانی پڑی کہ انگریزوں کے ریکارڈ کے مطابق 2337 مالا باری مسلمانوں کو پھانسی دی گئی، ان کے لیڈر کا نام حاجی گل محمد تھا، انہوں نے بتایا کہ غیر سرکاری ریکارڈ میں 45 ہزار 404 مالا باری مسلمانوں کے نام درج ہیں۔

کیرلا میں ایک جگہ تھی بلاری ٹرین ٹریجڈی، اس میں یہ ہوا تھا کہ 127 کرانتی کاری مسلمانوں کو بغیر کھڑکی والی ایک ویگن میں بھر کر کھیرور بھیجا جا رہا تھا، بغیر کھڑکی والی یہ چھوٹی سی ویگن تھی، اس میں 127 مسلمان بھرے ہوئے تھے، بیچ کا ایک اسٹیشن کوئمبتور پہنچتے پہنچتے 70 مسلمانوں نے دم توڑ دیا، اور ان کی پوسٹ مارٹم رپورٹ میں لکھا ہے کہ ناقابل برداشت گھٹن کی وجہ سے یہ موت ہوئی ہے۔

مجاہد آزادی اشفاق اللہ خان کو کون نہیں جانتا، انہیں انڈوبار نکوبار کے کالے پانی کی سزا ہوئی، اور بعد میں وہیں سولی پر لٹکا دیا گیا، اشفاق اللہ خان کو کالے پانی بھیجے جانے سے ایک دن پہلے اتر پردیش میں جب ان کا پریوار ملنے پہنچا تو

وہ بہت بے تحاشہ رونے لگا، اشفاق اللہ خان نے ان کے بہتے ہوئے آنسوؤں کو دیکھا اور دیکھ کر آنسو پوچھتے ہوئے کہا: اے میرے گھر والو! تم آنسوؤں کو روک لو، کیا تمہیں اس بات کی خوشی نہیں ہے کہ ہر سال جب آزادی کا دن آئے گا تو رام پرساد بسمل، کنہیا لال اور کھودی رام بوس کے ساتھ اسی سانس میں تمہارے بھائی اشفاق اللہ خان کا بھی نام لیا جائے گا۔

1932 میں گاندھی جی کو نمک اندولن کے لیے اریسٹ کیا گیا تو ہزاروں کی تعداد میں پٹھان نکل کر آئے، اور کھڑے ہو گئے، اتنی ہزاروں کی تعداد دیکھ کر انگریز ڈر گئے، اور پشاور سے ہی بھاگ گئے، دو دن بعد گڑ والی ریجمنٹ لے کر لوٹے تو قصہ خوانی بازار میں سارے کے سارے پٹھان ٹس سے مس نہیں ہوئے، انگریز نے گڑوالی ریجمنٹ سے کہا: ان پر گولیاں چلاؤ! گڑوالی ریجمنٹ کے جوانوں نے بندوقوں کو لوڈ کیا، دیکھا سب سے سامنے کی صف میں پٹھانوں کے بچے لگے ہوئے ہیں، اور ان بچوں کے بیچ ان کا لیڈر کھڑا تھا، اس کا نام تھا خان عبدالغفار خان۔ انگریز نے کہا خان عبدالغفار خان! ہتھیار تو پٹھانوں کا زیور ہوتے ہیں، تمہارے ہتھیار کہاں ہیں؟ کہا ہم نے گاندھی جی سے وعدہ کے چلتے اپنے زیور کو اتار کے پھینک دیا ہے، اور کہا کہ گاندھی جی سے وعدے کے چلتے اب ہتھیار تو چھوڑ و ہاتھ تک نہیں اٹھائیں گے، وہاں جمع لوگوں کی فوٹوز آج بھی گوگل اور وکیپیڈیا پر موجود ہیں، سامنے کی دو صف میں بچے کھڑے ہیں اور پیچھے ہزاروں کی تعداد میں پٹھان کھڑے ہیں، پھر انگریزوں کے کہنے پر گڑوالی رجمنٹ نے اپنی بندوقوں کو لوڈ کیا، مگر اس سے پہلے کہ گولی چلاتے گڈ والی ریجمنٹ نے اپنی بندوقیں یہ کہہ کر پھینک دیں کہ ہمارے دیش میں ایک جلیان والا باغ کافی ہے، نہتوں پر ہم گولی نہیں چلائیں گے، انگریزوں نے خود ساختہ بندوقیں اٹھائیں، 207 لوگ مارے گئے۔

اتنا ہی نہیں مسلمانوں نے ملک کی آزادی کے بعد جب بھی ملک پر مشکل حالات آئے دل کھول کر ملک کے لیے تعاون پیش کیا، 1965 میں جب پاکستان سے لڑائی ہو رہی تھی تو انڈیا کے پاس پیسوں کی کمی پڑ گئی تھی، بھارت کے پردھان منتری لال بہادر شاستری نے یہ اپیل کی تھی کہ اے لوگو! آگے بڑھ کر ملک کے نیشنل ڈیفنس فنڈ میں چندہ دو! میر عثمان علی خان جو اس وقت حیدرآباد دکن کے نظام تھے، انہوں نے جب لال بہادر شاستری کی اپیل کو سنا تو پردھان منتری کو فون کیا اور کہا کہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں، آپ ہمارے حیدرآباد آیئے، پردھان منتری نے کہا: دیکھتے نہیں جنگ چل رہی ہے، کہا: سر اسی کے ضمن میں ملنا ہے، اس جنگ میں انڈیا کو سب سے بڑا چندہ میر عثمان علی نے پانچ ہزار کلو سونا کی شکل میں دیا، یعنی پانچ ٹن سونا ۔ یہ وہ چندہ ہے جسے آج تک کسی نے کراس نہیں کیا، اور یہ چندہ دیش کی حفاظت کے لیے دیا گیا۔ جے ہند کا نعرہ لکھنے والے ایک حیدرآبادی مسلمان تھے جن کا نام عابد حسن صفرانی تھا وہ نیتا جی سبھاش چندر بوس کے دست راست تھے، جس پلین کریش میں نیتا جی سبھاش چندر بوس مارے گئے ان کے ساتھ مرنے والے کرنل حبیب الرحمٰن تھے۔ ہندوستان کے قومی پرچم کا ڈیزائن کرنے والی ایک مسلم خاتون ثریا طیب جی تھی۔

جزائر انڈمان نکوبار میں قید مجاہدین آزادی پر انگریز نے جو مظالم ڈھایا وہ تاریخ میں آج تک محفوظ ہیں، مولانا فضل حق انڈمان میں قیدیوں کے حال زار کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”ان کو ان کے اپنے لباس سے محروم کر دیا جاتا تھا اور ان کو موٹے کھردرے لباس پہننے پر مجبور کیا جاتا تھا،

ان کے ساتھ جو بہیمانہ سلوک کیا گیا تھا اس سے انہیں بڑا صدمہ پہنچا تھا، وہ جب جزیرہ انڈومان لائے گئے تو انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاتا رہا، انہیں بھی ان کے لباس اور جوتوں سے محروم کر دیا گیا اور موٹا کھر درالبادہ پہنا دیا گیا، اور سونے کے لیے بے حد تکلیف دہ بستر دیا گیا، انگریزی حکام نے ان کے پاس کوئی پیالہ اور لوٹا بھی نہیں رہنے دیا، اور بخل سے انہیں ماش کی دال کھانے اور گرم پانی پینے پر مجبور کیا"

مولانا فضل حق مزید لکھتے ہیں "پھر درود شریف دشمن کے ظلم نے مجھے دریائے شور کے کنارے ایک بلند و مضبوط ناموافق اب و ہوا والے پہاڑ پر پہنچا دیا جہاں سورج ہمیشہ سر پر ہی رہتا تھا اس میں دشوار گزار گھاٹی اور راہیں تھیں جنہیں دریائے شور کی موجیں ڈھانپ لیتی تھیں اس کی نصیب میں صبح بھی گرم و تیز ہوا سے زیادہ سخت اور اس کی نعمت زہر ہلاہل سے زیادہ مضر تھی اس کی غذا حنز ل سے زیادہ کڑوی اس کا پانی زہر سے زیادہ ضرر رساں اس کا اسماں غموں کی بارش کرنے والا اس کا بادل رنج و غم برسانے والا اس کی زمین ابلا دار اس کے سنگریزے بدن کی پھنسیاں اور اس کے ہوا ذلت و خواری کی وجہ سے ٹیڑھی چلنے والی تھی ہر کوٹھری پر چھپر تھا جس میں رنج و مرض بھرا ہوا تھا میری انکھوں کی طرح ان کی چھتیں ٹپکتی رہتی تھی ہوا بد بودار اور بیماریوں کا مغزن تھی مرض سستا اور دوا گرا ل بیماریاں بے شمار خارش و قوبہ عام تھی بیمار کے علاج، تندرست کی بقا، صحت اور زخم کے اندمال کی کوئی صورت نہ تھی"

جب کوئی ان قیدیوں میں سے مر جاتا ہے تو نجس و ناپاک خاکروب جو درحقیقت شیطان خناس یا دیو ہوتا ہے، اس کی ٹانگ پکڑ کر کھینچتا ہوا غسل و کفن کے بغیر اس کے کپڑے اتار کر ریت کے تودے میں دبا دیتا ہے، نہ اس کی قبر کھودی جاتی ہے، اور نہ نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے، یہ کیسی عبرت ناک اور الم انگیز کہانی ہے، یہ واقعہ ہے کہ اگر میت کے ساتھ یہ برتاؤ نہ ہوتا تو اس جزیرے میں مر جانا سب سے بڑی آرزو ہوتی، جزیرہ انڈومان میں آب و ہوا، قید کی مشقت، سختیوں، انگریز جیلروں کے جابرانہ اور بدسلوکانہ رویوں کی وجہ سے مولانا فضل حق کی صحت خراب ہوتی چلی گئی، وہ مختلف امراض کا شکار ہو گئے، وہ بھی خارش و قوبا میں مبتلا تھے، ان کی صبح و شام بڑی تکلیف سے گزرتی، بقول خود ان کی صبح و شام اس طرح بسر ہوتی ہے کہ تمام بدن زخموں سے چھلنی بن چکا ہے۔" (اٹھارہ سو ستاون کے رہنما خاکے ۔۱۷۵)

یہ ملک کی آزادی میں مسلمانوں کی قربانیوں کی محض چند جھلکیاں ہیں ورنہ اس قسم کی تفصیلات اور اذیت بھری داستان تاریخ کی کتابوں کے سینکڑوں صفحات کو گھیری ہوئی ہے۔ جن مسلمانوں نے ملک کے ازادی کے لیے اپنا سب کچھ لٹایا تھا اج ملک میں ان کے ساتھ جس قسم کا ظالمانہ برتاؤ روا رکھا جا رہا ہے اسے دیکھ کر کہیں بھی یہ محسوس نہیں ہوتا کہ یہ ملک کو آزادی دلانے والی قوم ہے ازادی کے اتنے برسوں کے بعد بھی مسلمان بنیادی حقوق سے محروم ہیں سر عام ان کی لنچنگ ہوتی ہے ان کے گھروں پر بلڈوزر چلتی ہے ان کے مدرسے غیر قانونی کہہ کر مٹا دیے جاتے ہیں ان کے مساجد کو زمین دوز کیا جاتا ہے نیز ان کی شریعت میں مداخلت کی بار بار جرات کی جاتی ہے اس وقت ملک میں مسلمانوں کی نہ جان محفوظ ہے نہ مال اور نہ ہی عزت و آبرو۔ مسلمان ہر اعتبار سے محرومی کی زندگی گزار رہا ہے اب تو عدالتوں پر سے بھی مسلمانوں کا اعتماد اٹھتا جا رہا ہے عدالتوں سے من مانی فیصلے کروانے اور ان کی خودمختاری پر روک لگانے سے تک گریز نہیں کیا جاتا۔

اللہ کی پکڑ سے ڈریں اور تکلیف پہنچانے والے نہ بنیں

ہمارے معاشرے میں بدگمانی، حسد، جلن، کینہ، بغض، عداوت، تکبر اور انانیت کی بیماری اتنی خطرناک ہوگئی ہے کہ ہمیں کسی کی راحت، کسی کی خوشی، کسی کا آرام، کسی کا سکون کے ساتھ دو وقت کھانا کھانا برداشت نہیں، ہم شیطانی تدبیروں میں لگ کر، دوسروں کی زندگی اجیرن بنانے، انہیں تکلیف میں مبتلا کرنے، انہیں پریشانیوں سے دوچار کرنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں اور ہم ایسے شیطان صفت ہوگئے ہیں کہ دوسروں کی تکلیف پر ہم خوشی محسوس کرتے ہیں اور اپنے اس عمل کو بڑی کامیابی سمجھتے ہیں۔ دوسروں کی عزتوں کے ساتھ کھلواڑ کرنا، ان پر کیچڑ اچھالنا، ان کو بدنام کرنا، ہمارا پسندیدہ عمل اور پیشہ بن چکا ہے۔

ایمان والوں کا آپسی تعلق

ایک مؤمن کا دوسرے مؤمن کے ساتھ کیسا تعلق ہونا چاہیے، ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھایا ہے:

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى (صحيح مسلم، 2586)

ترجمہ: ایمان والوں کی آپس کی محبت، رحم دلی اور شفقت کی مثال ایک انسانی جسم جیسی ہے کہ اگر جسم کا کوئی حصہ تکلیف میں مبتلا ہوجاتا ہے تو (وہ تکلیف صرف اُسی حصہ میں منحصر نہیں رہتی، بلکہ اُس سے) پورا جسم متا؟ثر ہوتا ہے، پورا جسم جاگتا ہے اور بخار و بے خوابی میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ .(صحيح بخاری، حدیث:13)

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

مؤمن کعبہ سے بھی زیادہ محترم

کعبہ شریف جسے پوری دنیا کا انسان عزت واحترام اور عظمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اس کی شان میں کسی طرح کی گستاخی کو جائز نہیں سمجھتا، اس کی مثال دیتے ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے نزدیک ایک مؤمن کعبہ سے بھی زیادہ محترم ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ، وَيَقُولُ: مَا أَطْيَبَكِ وَأَطْيَبَ رِيحَكِ، مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ! وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ

اللّٰہِ حُرْمَۃً مِنْکِ، مَالِہِ وَدَمِہِ، وَأَنْ نَظُنَّ بِہِ إِلَّا خَيْرًا .(سنن ابن ماجة، باب حرمة دم المؤمن وماله، .3932)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا، آپ ﷺ کو مخاطب کرکے فرمارہے تھے: تو کتنا پاکیزہ ہے، تیری خوشبو کتنی پاکیزہ ہے، تو کتنا عظیم ہے، تیرا احترام کتنا عظیم ہے! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! مؤمن کا احترام اللہ تعالی کے نزدیک تیرے احترام سے زیادہ عظیم ہیاور مؤمن کا مال اور اس کی جان تجھ سے زیادہ محترم ہیاور ہمیں مؤمن کے ساتھ اچھا گمان ہی رکھنا چاہیے۔

مسلمان کی عزت کے ساتھ کھلواڑ حرام

لہذا کسی مسلمان کی جان و مال اور اس کی عزت وآبرو کے ساتھ کھلواڑ کرنا، جان و مال کے تعلق اس کو نقصان پہنچانا، یا اس کی عزت کو نیلام کرنے کی کوشش کرنا، اس کو بدنام کرنے کے درپے ہونا، یہ تمام چیزیں حرام ہیں، اور اسلام کی نگاہ میں بہت بڑا معاشرتی اور انسانی جرم ہے:

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، ذُكِرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: فَإِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ – قَالَ مُحَمَّدٌ وَأَحْسِبُهُ قَالَ – وَأَعْرَاضَكُمْ، عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا .(صحيح بخاری،105)

نبی ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: یقیناً تمہاری جان، تمہارا مال، تمہاری عزتیں، تم میں سے ایک دوسرے پر حرام ہے، جیسے آج کا دن محترم ہے۔

دوسروں کو بدنام کرنے والوں کو اللہ رسوا کرے گا

اس وقت ہمارے معاشرہ کی اتنی بری حالت ہوگئی ہے کہ ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے، جنہیں دوسروں کی عزت، ان کی نیک نامی اور ان کی اچھی حالت دیکھی نہیں جاتی؛ لہذا وہ اس چکر میں رہتے ہیں کہ کسی طرح ان کو بدنام کردیا جائے، ان کو معاشرہ میں اور خاندان میں رسوا اور بدنام کردیا جائے، حالانکہ یہ ان کی اتنی غلط حرکت ہے کہ جس سزا کے طور پر اللہ تعالی ایسی حرکت کرنے والوں کو بھی دنیا میں رسوا کردیتا ہے، تو اندازہ لگائیں کہ اگر ایک انسان کسی دوسرے کو رسوا کرنا چاہے، تو ممکن ہے کہ وہ اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب نہ ہو؛ لیکن اس کی سزا کے طور پر جب اللہ تعالی اس کو رسوا کریں گے، تو اس شخص کو رسوا ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچاسکتی۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: صَعِدَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم الْمِنْبَرَ فَنَادَى بِصَوْتٍ رَفِيعٍ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ مَنْ أَسْلَمَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يُفْضِ الْإِيمَانُ إِلَى قَلْبِهِ، لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِينَ وَلَا تُعَيِّرُوهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ تَتَبَّعَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ تَتَبَّعَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِي جَوْفِ رَحْلِهِ .(ترمذی شریف، باب ما جاء فی تعظیم المؤمن، 2032)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے، پھر بلند آواز سے پکار کر فرمایا: اے ایسے لوگوں کی جماعت، جو زبان سے مسلمان ہوئے اور ایمان ان کے دل تک نہیں پہنچا! مسلمانوں کو تکلیف مت پہنچاؤ، نہ انہیں عار دلاؤ، نہ ان کی پوشیدہ چیزوں کے پیچھے پڑو؛ کیوں کہ جب کوئی اپنے مسلمان بھائی کی پوشیدہ چیزوں کے پڑتا ہے، تو اللہ تعالی اس شخص کی پوشیدہ چیزوں کے پیچھے پڑتا ہے اور جس کی پوشیدہ چیزوں کے پیچھے اللہ تعالی پڑجائے، تو اللہ تعالی اسے رسوا

کر دیتا ہے؛ چاہے وہ اپنے کجاوے کے (گھر) کے اندر ہو۔ مؤمن وہ ہے، جس سے لوگوں کی جان و مال محفوظ ہو۔

تکلیف پہنچانے والے مومن نہیں

ایک دوسری روایت میں تو آپ ﷺ نے مسلمان بھائی کی ایذاء رسانی کو ایمان کے منافی قرار دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار قسم کھا کر فرمایا: بخدا وہ شخص مو؟ من نہیں جس کے شر سے اُس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔ (صحیح بخاری، 5670)

جب پڑوسی کے بارے میں یہ حکم ہے، تو رشتہ داروں کے بارے میں کیا حکم ہوگا، جس کے بارے میں اللہ کی دھمکی ہے: جو رشتہ داری کو توڑے گا، میں اس کو توڑ دوں گا۔

حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں: کتے اور سور کو بھی ناحق ایذا دینا حلال نہیں، تو مومنین و مومنات کو ایذا دینا کس قدر بدترین جرم ہے۔ (مدارک، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۸۵، ص۵۹۰)

ہماری یہ کوشش رہتی ہے کہ کسی طرح سے سامنے والے کو زیر کیا جائے، اس کو معاشی طور پر کنگال کیا جائے، اس کو کسی بھاری نقصان میں ڈالا جائے، وہ معاشی طور پر مضبوط نہ ہونے پائے، ایسے لوگ کھان کھول کر سن لیں کہ ہمارے آقا محبوب رب کائنات ﷺ ایسے لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں، وہ مومن نہیں ہو سکتے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ .(سنن ترمذی، باب ما جاء فی أن المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده، 2627)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: مسلمان وہ ہے، جس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں اور مؤمن وہ ہے، جس سے لوگوں کی جان و مال محفوظ ہو۔

تکلیف پہنچانے والے کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی سزا

دوسروں کو تکلیف پہنچانے والوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ راللہ تعالی کے نزدیک یہ ایسا جرم ہے، جس کی سزا اللہ تعالی آخرت کے ساتھ ساتھ اس دنیا میں بھی دیتے ہیں؛ لہذا آج اگر آپ کسی کو تکلیف پہنچا رہے ہیں، تو یاد رکھیں، ایک دن آپ کی باری ضرور آئے گی، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد عالی ہے:

عَنْ أَبِي صِرْمَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: مَنْ ضَارَّ ضَارَّ اللَّهُ بِهِ، وَمَنْ شَاقَّ شَقَّ اللَّهُ عَلَيْهِ .(سنن ترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِي الخِيَانَةِ وَالغِشِّ، 1940)

جس نے دوسرے کا نقصان کیا، اللہ اس کا نقصان کرے گا اور جس نے دوسرے کو مشقت میں ڈالا، اللہ اسے مشقت میں ڈالے گا۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں: جہنمیوں پر خارش مسلط کر دی جائے گی، تو وہ اپنے جسم کو کھجلائیں گے؛ حتی کہ ان میں سے ایک کے چمڑے سے ہڈی ظاہر ہو جائے گی، تو اسے پکارا جائے گا: اے فلاں! کیا تمہیں اس سے تکلیف ہوتی ہے؟ وہ کہے گا: ہاں پکارنے والا کہے گا: تو مسلمانوں کو تکلیف پہنچایا کرتا تھا، یہ اس کی سزا ہے۔ (احیاء علوم الدین، کتاب آداب الالفۃ والاخوۃ۔۔۔ الخ، الباب الثالث، ۲/۲۴۲)

درج ذیل حدیث سے آپ اندازہ لگائیں کہ جب ایک بلی کو تکلیف پہنچانے پر اللہ تعالی انسان کو سزا دیتا ہے، تو پھر اگر کوئی کسی انسان کو تکلیف پہنچائے، تو اس کی سزا کیا ہوگی!

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا، فَدَخَلَتْ فِيهَا

النَّارَ، قَالَ: فَقَالَ وَاللهُ أَعْلَمُ: لَا أَنْتِ أَطْعَمْتِهَا وَلَا سَقَيْتِهَا حِينَ حَبَسْتِيهَا، وَلَا أَنْتِ أَرْسَلْتِيهَا فَأَكَلَتْ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ. (صحيح بخاري، 2236)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا؛ کیوں کہ اس نے بلی کو باندھ کر رکھا تھا، یہاں تک کہ وہ بھوک سے مرگئی، تو وہ عورت اس کی وجہ سے جہنم میں گئی اور اس سے کہا گیا کہ نہ تو نے اس بلی کو کھلایا نہ پلایا جبکہ تو نے اسے باندھ کر رکھا اور نہ تو نے اسے چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھاسکتی۔

دوسروں کو تکلیف پہنچانے والے ملعون

جو شخص دوسروں کو کسی بھی اعتبار سے تکلیف پہنچاتا ہے یا کسی کے خلاف سازشیں کرتا ہے، اس کی زندگی بڑے خطرے میں ہوتی ہے؛ کیوں کہ اس سے اللہ تعالی کی رحمت ہٹ جاتی ہے؛ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: مَلْعُونٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا أَوْ مَكَرَ بِهِ.
(سنن الترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخِيَانَةِ وَالْغِشِّ، 1941)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کسی مومن کو تکلیف پہنچائے یا اس کے خلاف سازش کرے، وہ ملعون ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا کہ اس پر اللہ تعالی رحم نہیں کرتا:

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ. (صحیح بخاری، 5667)

نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

امام غزالی اور جانور کی تین اقسام:

امام غزالی نے اپنی کتاب ''احیاء علوم الدین'' میں جانور کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

1- انسانوں کو فائدہ پہنچانے والے جانور جیسے: گائے، بکرا وغیرہ۔ 2- انسانوں کو تکلیف پہنچانے والے جانور جیسے: سانپ، بچھو، درندے وغیرہ۔ 3- وہ جانور جو نہ انسانوں کو تکلیف دیتے ہیں اور نہ بظاہر کوئی فائدہ پہنچاتے جیسے: جنگل میں رہنے والے جانور لومڑی، گیدڑ وغیرہ۔

پھر اس کے بعد امام غزالی نے انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ بہتر تو یہ ہے کہ آپ انسان رہیں؛ لیکن اگر آپ جانور ہی بننا چاہتے ہیں تو پہلی یا تیسری قسم کے جانور بنیں، جن سے انسانوں کو یا تو فائدہ پہنچتا ہے، یا کم از کم نہ فائدہ اور نہ کوئی نقصان پہنچتا ہے؛ دوسری قسم کے جانور نہ بنیں، جن سے انسانوں کو صرف اور صرف نقصان پہنچتا ہے۔

دوسروں کو تکلیف پہنچاتے وقت اللہ کی قدرت کو ذہن میں لائیں

اخیر میں عرض یہ ہے کہ جب ہمارا شیطان نفس کسی کے خلاف سازش کرنے کو ہمیں کہے، کسی کو تکلیف پہنچانے کو ہمیں آمادہ کرنے کی کوشش کرے، کسی کو بدنام اور رسوا کرنے پر ہمیں ابھارے، تو ہم یہ ذہن میں لائیں کہ اگر اللہ تعالی نے ہم سے انتقام لیا اور ہمیں ہماری اس حرکت پر دنیا میں ہی سزا دی تو ہمارا کیا حشر ہوگا؛ کیوں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالی کی وارننگ ہے: یقیناً تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔
(سورہ بروج:13)

☆☆☆

سرفراز احمد قاسمی۔ حیدرآباد

ہندوستان کے مسلمانوں کو غیر قانونی طور پر ملک بدر کیا جارہا ہے!

اس وقت ہندوستان دنیا کا سب سے زیادہ آبادی والا ملک بن چکا ہے، 11 جولائی کو دنیا بھر میں عالمی یوم آبادی کے طور پر منایا جاتا ہے، اسی موقع پر ہندوستان کی آبادی سے متعلق اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ سامنے آئی ہے جس میں اہم اعداد و شمار کا انکشاف ہوا ہے، رپورٹ کے مطابق ہندوستان سال 2025 تک اندازا 1.46 ارب آبادی کے ساتھ دنیا کا سب سے زیادہ آبادی والا ملک بنا رہے گا، تاہم ملک کی کل زرخیزی کی شرح 2.1 سے کم ہوکر 1.9 ہوگئی ہے، اقوام متحدہ کی پاپولیشن فنڈ نے اپنی تازہ رپورٹ میں یہ معلومات دی ہیں، 2025 کی عالمی آبادی پر رپورٹ کے مطابق اصل مسئلہ آبادی کے حجم میں نہیں ہے بلکہ اس بات سے جڑی وسیع چیلنجز میں ہے کہ لوگ آزادی اور اپنی ذمہ داریوں کے ساتھ خود یہ فیصلہ کرسکیں کہ وہ بچے چاہیں یا نہیں چاہیں کب چاہیں اور کتنے بچے چاہیں۔ اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق ہندوستان کی موجودہ آبادی 1.463.9 ملین ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ہندوستان اب دنیا کا سب سے زیادہ آبادی والا ملک ہے جس کی آبادی تقریبا 1.7 ارب تک پہونچنے کی توقع ہے، اس سے پہلے کہ آبادی میں کمی کا رجحان شروع ہو، ہندوستان میں آبادی کے حوالے سے یہ سامنے آیا کہ ہندوستان میں موجودہ مجموعی شرح تولید فی خاتون 2.0 بچے ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اوسطا ہندوستان میں ایک عورت سے اس کی زرخیز عمر عموما 15 سے 49 سال کے دوران دو بچوں کی امید کی جاتی ہے، سیمپل رجسٹریشن سسٹم کی 2021 کی رپورٹ کے مطابق یہ شرح 2020 سے مستحکم ہے۔ یہ رپورٹ بتلاتی ہے کہ ہندوستان بیچ مچ دنیا کا سب سے بڑا ملک اور سب سے بڑی جمہوریت ہے لیکن اس سب سے بڑے جمہوری ملک میں کیا کچھ ہورہا ہے کیا یہاں بنیادی حقوق کا تحفظ ہورہا ہے؟ کیا یہاں لوگوں کو آزادی ہے؟ دنیا کی سب سے بڑی آبادی والے جمہوری ملک ہندوستان میں انسانی حقوق کی کیسے سنگین خلاف ورزیاں ہورہی ہیں اور اس کیلئے ہندوستان کو باعث تشویش ملک قرار دینے کا مطالبہ کیا جارہا ہے، اقوام متحدہ کی یوایس سی آئی آر ایف اور فریڈم ہاؤس نے امریکہ سے مطالبہ کیا ہے کہ بھارت کو باعث تشویش ملک قرار دیا جائے، وہاں اقلیتوں کو خطرات لاحق ہیں۔

اقوام متحدہ کے ماہرین امریکی کمیشن برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی (USCIRF) اور فریڈم ہاؤس جیسے سرکردہ اداروں نے امریکی حکومت سے پرزور مطالبہ کیا ہے کہ وہ ہندوستان کو باعث تشویش ملک (CPC) قرار دے کیونکہ وہاں انسانی حقوق اور مذہبی آزادیوں کی مسلسل اور سنگین خلاف ورزیاں جاری ہیں، یہ مطالبہ کیپٹل بل پر امریکی کانگریس میں منعقدہ خصوصی بریفنگ کے دوران کیا گیا، جس میں 100 سے زائد کانگریسی عملہ شریک ہوا، اس موقع پر مقررین میں اقوام متحدہ کے اقلیتی امور کے خصوصی نمائندہ پروفیسر نکولس لیورات، اقوام متحدہ کے انسانی حقوق

کے محافظین کے مشیر ایڈاوڈونوان، یوایس سی آئی آر ایف کے نائب صدر ڈاکٹر آصف محمود، فریڈم ہاؤس کی صدر ابنی بوئجیئن اور ہندوفار ہیومن رائٹس کی سینئر پالیسی ڈائریکٹر ریا چکرورتی شامل تھے۔ پروفیسر لیورات نے کہا کہ اگرچہ ہندوستان دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کہلاتا ہے لیکن حقیقت میں وہ جمہوری اقدار پر پورا نہیں اتر رہا ہے، انہوں نے کہا کہ ہندوستان میں اقلیتوں کو نہ صرف تحفظ حاصل نہیں بلکہ حکومت خود ایسے حالات پیدا کر رہی ہے جو اقلیتوں کی زندگی کو خطرے میں ڈال دیتے ہیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ اقوام متحدہ کے تین نمائندوں نے 2024 میں ہندوستانی حکومت کو ایک مشترکہ خط روانہ کیا تھا جس میں وزیر اعظم نریندر مودی کی انتخابی مہم میں نفرت انگیز تقاریر اور سرکاری اداروں کی چشم پوشی پر شدید تشویش کا اظہار کیا گیا تھا، تاہم حکومت ہند نے اس خط کا کوئی جواب نہیں دیا، فریڈم ہاؤس کے صدر ابنی بوئجیئن نے کہا کہ گزشتہ 19 برسوں سے دنیا بھر میں آزادی میں کمی دیکھی جا رہی ہے اور ہندوستان اس میں سرفہرست ہے، انہوں نے کہا کہ ہندوستان نے 2014 کے بعد سے اب تک 15 پوائنٹس کھو دئے ہیں، جو آزادی پر سخت ضرب کی علامت ہے، تازہ ترین رپورٹ کے مطابق پارلیمانی انتخابات کے دوران سیاسی اپوزیشن کو درپیش رکاوٹوں کے باعث ہندوستان کے اسکور میں مزید تین پوائنٹس کی کمی آئی ہے۔ انکا کہنا تھا کہ ہندوستان واحد جمہوری ملک ہے جس کے خلاف فریڈم ہاؤس نے سرحد پار دباؤ کے 14 واقعات درج کیے ہیں جو 2014 کے بعد پیش آئے، انہوں نے ہندوستانی حکومت پر زور دیا کہ وہ تبدیلی مذہب سے متعلق قوانین کا جائزہ لے، مذہبی اقلیتوں کے تحفظ کے لئے قانونی اور سماجی اقدامات کرے، پولیس کی جواب دہی بہتر بنائے اور مجرموں کے خلاف بلا تاخیر کارروائی کرے، انہوں نے امریکی حکومت سے بھی مطالبہ کیا کہ وہ ہندوستان کو سی پی سی قرار دے اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں میں ملوث افراد و اداروں پر پابندیاں عائد کرے۔

ادھر اقوام متحدہ کے مشیر ایڈاو ڈونوان نے ہندوستان میں انسانی حقوق کے کارکنوں پر کئے جانے والے مظالم کو وحشیانہ ظلم قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت کی جانب سے انسداد دہشت گردی قوانین کا بے جا استعمال دراصل اختلاف رائے کو دبانے، وسائل کو روکنے اور کارکنوں کو دہشت گرد قرار دینے کے لئے کیا جا رہا ہے، جس سے دلت، آدیواسی، مسلم اور دیگر اقلیتوں کے کارکن سب سے زیادہ متاثر ہو رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ ہندوستانی حکام نے قانون کے عمل کو سزا میں بدل دیا ہے یہ مطالبہ ایک ایسے وقت میں سامنے آیا ہے، جب ہندوستان میں اقلیتوں کے خلاف تشدد، نفرت انگیز تقاریر اور سیاسی مخالفین پر دباؤ میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے، عالمی اداروں کی بڑھتی تشویش ہندوستان کی بین الاقوامی ساکھ کے لئے ایک سنگین انتباہ تصور کی جا رہی ہے۔

اس رپورٹ میں کتنی سچائی ہے؟ اس کو جاننے کے لیے آیئے دیکھتے ہیں دو تین دن پہلے کی ایک دوسری رپورٹ جسے ہیومن رائٹس واچ نے شائع کی ہے۔ ہیومن رائٹس واچ نے کہا ہے کہ ہندوستانی حکام نے حالیہ عرصے میں سینکڑوں بنگالی نژاد مسلمانوں کو ملک بدر کرتے ہوئے بنگلہ دیش بھیج دیا ہے اور بغیر کسی قانونی کارروائی کے انہیں غیر قانونی تارکین وطن قرار دیا ہے، حالانکہ ان میں سے بیشتر افراد بنگلہ دیش سے متصل ہندوستانی ریاستوں کے شہری ہیں۔ ہیومن رائٹس

واچ اور دیگر انسانی حقوق کی تنظیموں نے انکشاف کیا ہے کہ مئی 2025 سے ہندو قوم پرست بھارتیہ جنتا پارٹی بی جے پی کی زیر قیادت حکومت نے بنگالی مسلمانوں کو بنگلہ دیش واپس بھیجنے کی کاروائیاں تیز کر دی ہیں، تاکہ مبینہ طور پر غیر قانونی دراندازی کی حوصلہ شکنی کی جاسکے۔ ہیومن رائٹس واچ نے زور دے کر کہا کہ یہ اقدامات قانونی تقاضوں کی خلاف ورزی اور امتیازی سلوک کے مترادف ہیں۔ ہیومن رائٹس واچ کی ایشیا ڈائریکٹر ایلین پیرسن نے کہا کہ ہندوستان کی حکمراں جماعت بی جے پی، ہندوستانی مسلمانوں کے خلاف امتیاز کو ہوا دے رہی ہے اور بنگالی مسلمانوں کو قانونی جواز کے بغیر بے دخل کر رہی ہے، یہاں تک کہ ہندوستانی شہریوں کو بھی بے دخل کیا جا رہا ہے۔ تنظیم نے جون میں 18 افراد کے انٹرویو کئے تھے جن میں متاثرہ افراد اور ان کے اہل خاندان شامل تھے ان میں ایسے شہری بھی تھے جو جلاوطنی کے بعد ہندوستان واپس آئے اور جن کے کچھ اہل خاندان آج بھی لاپتہ ہیں۔ ہندوستانی وزارت داخلہ کو 8 جولائی کو ان نتائج سے آگاہ کیا گیا لیکن اب تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا، حکومت ہند نے بے دخل کئے گئے افراد کی سرکاری تعداد بھی نہیں بتائی لیکن بنگلہ دیش بارڈر گارڈ کے مطابق سات مئی سے 15 جون کے دوران ہندوستان نے 1500 سے زائد مسلم، مرد، خواتین اور بچوں کو زبردستی بنگلہ دیش کے اندر ڈھکیلا، جن میں تقریباً 100 روہنگیا پناہ گزیں بھی شامل ہیں۔ آسام، اتر پردیش، دہلی، مہاراشٹر، گجرات، اڈیشہ اور راجستھان جیسی بی جے پی زیر قیادت ریاستوں میں بنگالی بولنے والے غریب مسلمان مزدوروں کو گرفتار کیا گیا اور بغیر شہریت کی تصدیق کئے سرحد پار بھیج دیا گیا۔ کئی افراد کے فون، شناختی دستاویزات اور سامان وغیرہ ضبط کر لیا گیا اور ان سے رابطہ کا ہر ذریعہ چھین لیا گیا۔ آسام کے سابق استاذ خیر الاسلام نے بتایا کہ 26 مئی کو ان کے ہاتھ باندھ کر منہ بند کر کے 14 افراد کے ساتھ زبردستی سرحد پار کرائی گئی، انہوں نے کہا کہ جب میں نے انکار کیا تو بی ایس ایف کے جوان نے مجھے مارا اور چار مرتبہ ہوا میں ربر کی گولیاں چلائی، مئی میں ہندوستان نے آسام کی جیل سے 100 روہنگیا پناہ گزینوں کو بھی بنگلہ دیش بھیجا۔ اقوام متحدہ کے مطابق 40 روہنگیاؤں کو سمندر میں اتار دیا گیا اور انہیں تیر کر میانمار کے ساحل تک جانے پر مجبور کیا گیا اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے، جسے اقوام متحدہ کے نمائندہ نے انسانی شرافت کے خلاف "جرم" قرار دیا۔ بنگلہ دیش کی وزارت خارجہ نے 8 مئی کو ہندوستان کو ایک خط لکھا جس میں زبردستی ڈھکیلے جانے والے افراد کو ناقابل قبول قرار دیا اور کہا کہ صرف ان لوگوں کو قبول کیا جائے گا جو باضابطہ طور پر تصدیق شدہ بنگلہ دیشی شہری ہوں گے۔ ہندوستان نے ان اقدامات کے ذریعے بین الاقوامی معاہدات کی سنگین خلاف ورزی کی ہے، ہیومن رائٹس واچ نے کہا کہ کسی بھی فرد کو بے دخل کرنے سے پہلے اسے مکمل معلومات فراہم کی جائیں، قانونی نمائندگی فراہم کی جائے اور فیصلہ کے خلاف اپیل کرنے کا انھیں حق بھی ملنا چاہیے، کیونکہ یہ انکا بنیادی اور جمہوری حق ہے۔

اوپر کی ان رپورٹوں کو پھر سے پڑھیے اور غور کیجئے کہ آخر اس ملک میں مسلمانوں کے ساتھ کیا کچھ ہو رہا ہے اور یہاں کی اتھارٹیز، ادارے اور عدالتیں سب خاموش تماشائی ہیں آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ ملک میں ہو رہے مبینہ مظالم اور ہراسانی کے خلاف مختلف قومی کمیشنوں کی خاموشی پر چیف منسٹر مغربی بنگال

ممتا بنرجی نے سوال تو اٹھایا ہے لیکن یہ ہرگز کافی نہیں ہے، منظم اور زوردار طریقے سے یہ آواز اٹھنی چاہیے، ممتا بنرجی نے کہا کہ اگر ایک چھپکلی بھی کسی کو کاٹتی ہے تو قومی کمیشن سرگرم ہو جاتے ہیں اور اپنے وفود کے ساتھ متحرک ہو جاتے ہیں لیکن مدھیہ پردیش، اتر پردیش، راجستھان، اڈیشہ، گجرات اور دہلی جیسی بی جے پی زیر حکمراں ریاستوں میں خواتین پر جنسی حملے حتی کہ انہیں زندہ نظر آتش کرنے پر بھی یہ قومی کمیشن خاموش رہتے ہیں ان کمیشنوں کے ارکان کبھی بھی بی جے پی زیر حکمران ریاستوں کا دورہ نہیں کرتے ایسا کیوں ہے اور ان کمیشنوں کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟

اقتدار کے نشے میں طاقت کے بل بوتے پر کہیں پولیس مسلم نوجوانوں اور اقلیتوں کا انکاؤنٹر کردیتی ہے، کبھی نفرت پسند تنظیموں سے وابستہ لوگ مسلم نوجوانوں کی ماب لنچنگ کردیتے ہیں، کہیں حکومت کی طرف سے اقلیتوں اور مسلمانوں کے خلاف گھروں پر بلڈوزر چلا دیا جاتا ہے کہیں حکومت کی جانب سے مسلمانوں کے شعائر اور شناخت پر حملہ کیا جارہا ہے، لیکن ملک کا کوئی بھی ادارہ اس بارے میں سوال نہیں پوچھتا ہے اور نہ کوئی سنجیدگی دکھاتا ہے، سیاسی جماعتیں اور ان کے لیڈران بھی مسلمانوں سے متعلق اس سنگین مسائل پر خاموش ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے ان مسائل سے انھیں کوئی دلچسپی نہیں ہے اور نہ ہی وہ ان مسائل کو اٹھانے کے لئے تیار ہیں تو سوال یہ ہے کہ پھر ملک کے مسلمانوں کیلئے دوسرا کونسا راستہ بچا ہے؟

گزشتہ دنوں آسام میں برسوں پرانے مکانات سے جبری بے دخلی کے خلاف احتجاج کرنے والے مقامی رہائشیوں پر پولیس نے فائرنگ کردی جس کے نتیجے میں دو مسلم نوجوان شاکر حسین اور قطب الدین شیخ جاں بحق ہو گئے، اس کاروائی کے دوران درجنوں افراد زخمی ہوئے، سینکڑوں گھروں کو پولیس نے طاقت کا بے جا استعمال کرتے ہوئے منہدم کردیا، کچھ دنوں پہلے گجرات سے بھی اسی طرح کی خبر آئی تھی کہ وہاں ہزاروں مسلمانوں کے مکانات پر بلڈوزر چلا کر لوگوں کو بے گھر کردیا، کسی ثبوت اور کسی عدالتی فیصلے کے بغیر ملک کی مختلف ریاستوں میں ہزاروں لوگوں کو اپنے گھروں سے محروم کردیا گیا اور ان پر پولیس کی جانب سے تشدد بھی کیا گیا، لیکن اسطرح کی خبروں کو نہ ملک کا کارپوریٹ میڈیا جگہ دیتا ہے اور نہ یہاں کی عدالتیں اسطرح کی غیر قانونی کاروائی سے حکومت کو روک رہی ہیں، سوال یہ ہے کہ جن لوگوں کو اپنے گھروں سے بے خبر اور بے دخل کیا جارہا ہے وہ لوگ کہاں جائیں اور کس کے رحم وکرم پر رہیں؟ آخر حکومتیں اسطرح کے ڈکٹیٹرشپ پر کیوں آمادہ ہے جو اپنے ہی شہریوں کے لیے عذاب بنتے جارہے ہیں اور اسکا حل کیا ہے؟

مہاراشٹر کے اورنگ آباد کی تمام مساجد میں فجر کی اذان کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال بند کردیا گیا ہے، دہلی کے اشوک وہار میں ہزاروں غریبوں کے مکانوں پر بلڈوزر چلا کر اسے منہدم کردیا گیا، اپوزیشن لیڈر راہل گاندھی متاثرین سے ملنے کے لیے گئے تو لوگوں نے انھیں اپنا درد سنایا، راہل گاندھی نے حکومت سے سوال کیا کہ غریبوں کے مکانوں پر بلڈوزر کاروائی آخر یہ ملک میں کیسا وکاس ہورہا ہے؟ انہوں نے ایکس پر لکھا کہ اگر آپ کے اپنے ماں، باپ، بچے یا بھائی بہن کے سر سے اچانک چھت چھن لی جائے تو آپ کو کیسا لگے گا؟ دہلی کی جھگیوں میں رہنے والے سینکڑوں غریب خاندان آج اسی درد سے گزر رہے ہیں، راہل گاندھی کے مطابق یہ انہدامی کاروائی صرف گھروں کو گرانے تک محدود نہیں بلکہ غریبوں کے خواب، ان کی عزت نفس اور جینے کا سہارا بھی چھینا گیا ہے، انہوں نے

بی جے پی حکومت پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا کہ یہ کاروائی حکومت کی بے حسی، تانا شاہی اور طاقت کے نشے کی عکاسی کرتی ہے، ایک ویڈیو میں متاثرین اپنے ٹوٹے گھروں کے سامنے کھڑے ہو کر راہل گاندھی سے اپنی روداد سنا رہے ہیں، ایک خاتون نے کہا کہ ہمارے پاس کورٹ کا اسٹے آرڈر تھا، پھر بھی ہمارا گھر توڑ دیا گیا، ایک شخص نے کہا مودی جی نے کہا تھا جہاں جھگی وہیں مکان لیکن ہمیں تو کچھ نہیں ملا، لوگوں کا الزام ہے کہ بلڈوزر کارروائی سے پہلے نہ کوئی نوٹس دیا گیا اور نہ ہی متبادل رہائش کا بندوبست کیا گیا، بٹلہ ہاؤس کے جھونپڑپٹی میں رہنے والے ایک شخص عبدل نے بتایا کہ میں 21 سال سے یہاں رہ رہا ہوں اپنے بچوں کا پیٹ بھرنے کے لیے کچرا چنتا ہوں، اب ہمارا گھر تباہ کردیا گیا تو ہم کہاں جائیں گے، اس نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا کہ ہم غریب ضرور ہیں لیکن مجرم نہیں ہیں، ہمارے ساتھ اس طرح کا سلوک آخر کیوں کیا جا رہا ہے؟ ایک بیوہ خاتون صابرہ نے اپنی جھونپڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ کیا ہم اس ملک کے شہری نہیں ہیں، حکومت نے اس کو تباہ کردیا تو اب ہم کہاں سڑک پر سوئیں گے؟ متاثرین اور مقامی عوام کا کہنا ہے کہ ان کے پاس دستاویزات موجود ہیں جس سے اس علاقے میں ان کے طویل قیام کا ثبوت ملتا ہے، ان میں برقی بل، ووٹر آئی ڈی کارڈ اور راشن کارڈ شامل ہیں، ایک اور خاتون نے دعوی کیا کہ ہم غیر قانونی ہیں لیکن ہر الیکشن میں وہ ہمارے ووٹ لیتے ہیں، انہوں نے کہا کہ ہمیں برقی کنکشن حکومت کی جانب سے دیئے گیے ہیں، جب ہم نے چھت تعمیر کیا تو انہوں نے ہم سے رشوت وصول کی تھی، اب اچانک انہیں یاد آیا کہ ہم غیر قانونی ہیں، ان متاثرین کو راہل گاندھی نے ہر ممکن تعاون فراہم کرنے کا تیقن دیا۔

یوپی کے ضلع امبیڈکر نگر کے جلال پور ٹاؤن میں مسلم برادری کی ایک قابل احترام شخصیت نبی احمد کے مکان کو بلڈوزر کے ذریعے آنا فانا تہس نہس کردیا گیا یہ تین منزلہ مکان کئی برسوں کی سخت محنت، بچت اور خوابوں کے ساتھ تعمیر کیا گیا تھا جسے محض ایک گھنٹے کے اندر ملبے میں تبدیل کردیا گیا، اتر پردیش میں جاری بلڈوزر کاروائیوں کے سلسلے میں یہ ایک تازہ انہدامی کاروائی ہے، اس ریاست میں غیر قانونی تجاوزات کے نام پر سینکڑوں مسلمانوں کے گھروں اور دکانات کو منہدم کیا جاچکا ہے اور گزشتہ کئی سالوں سے یہ جاری ہے، نبی احمد نے جو اپنے گھر کے ملبہ کے قریب کھڑے ہوئے تھے، بتایا کہ میں نے اپنی ساری زندگی اس گھر کی تعمیر میں صرف کردی، اب میرے پاس اپنے بیگ میں موجود کپڑوں کے علاوہ کچھ نہیں بچا انہوں نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا کہ اگر یہ انصاف ہے تو صرف ایک کھلی آنکھ سے کیا گیا انصاف ہے، یہاں کسی ہندو کے گھر کو ہاتھ تک نہیں لگایا گیا صرف ہمیں نشانہ بنایا جا رہا ہے، اس کاروائی پر مقامی عوام اور کارکنوں کا کہنا ہے کہ کہانی کچھ اور ہے جو اس ریاست میں بڑھتے خوف اور مسلمانوں کے ساتھ امتیاز برتے جانے کو پیش کرتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ مرکز سے لیکر ریاستی حکومت تک سب مسلمانوں کے خلاف تعصب، نفرت، ناانصافی اور ظلم و جبر پر آمادہ ہے، مسلمانوں کی کہیں نہیں سنی جارہی ہے تو پھر ہمارے پاس آپشن کیا ہے؟ اور ہمیں کیا کرنا چاہئے، غور کیجئے، شاید کوئی راستہ اور کوئی حل نکل سکے، بقول شاعر کہیں ہم اس مقام پر تو نہیں کھڑے ہیں کہ

قوت فکر و عمل پہلے فنا ہوجاتی ہے
پھر کسی قوم کی شوکت پہ زوال آتا ہے

(مضمون نگار معروف صحافی اور کل ہند معاشرہ بچاؤ تحریک کے جنرل سکریٹری ہیں)

عبد العلیم الأعظمی- جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء اور راجہ جے لال سنگھ

اودھ حکومت کے جن عہدے داران نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ان میں سے ایک اہم نام راجہ جے لال سنگھ کا بھی ہے۔ راجہ صاحب ۱۸۰۳ء میں اترولیا اعظم گڑھ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے، آپ اودھ حکومت کے بہترین کمانڈروں میں سے ایک تھے، کئی انقلابی جماعتیں آپ کے ماتحت تھیں، آپ اودھ حکومت کے وزیر جنگ اور بیگم حضرت محل کے قابل اعتماد لوگوں میں سے ایک تھے آپ نے انگریزوں سے کئی جنگیں لڑی تھی۔(1)

راجہ صاحب کا خاندان

راجہ صاحب کرمی خاندان میں سے تھے، اترولیا کے قریب کرمی خاندان کے ۵۲ رگاؤں آباد ہیں، آپ بھی اس میں سے تھے، آپ کے دادا کا گاؤں میں بہت احترام کیا جاتا تھا، ان کے بیٹوں میں سے ایک گنگا سنگھ تھے، جب وہ شباب کو پہنچے تو کام کی تلاش میں لکھنؤ گئے، اور ان کو نواب اودھ کی آرمی میں درشن سنگھ کے نام سے نوکری مل گئی، بعد میں درشن سنگھ کی بہادری سے خوش ہو کر نواب اودھ نے بہت ساری جائیدادیں دیں، اور راجہ کے لقب سے ملقب کیا، درشن سنگھ کے چار فرزند تھے، راجہ جے لال سنگھ، راجہ بینی مادھو سنگھ، رگھو بردیال سنگھ اور فتح بہادر سنگھ۔ راجہ درشن سنگھ نے اپنے بیٹوں کی اعلیٰ پرورش کی اور ان کو بہترین جنگجو بنایا، چناں چہ اپنے بڑے بیٹے جے لال سنگھ کو اودھ حکومت کی فوج میں اعلیٰ آفیسر کی حیثیت سے بھرتی کرایا، جس نے جنگ آزادی میں اہم رول ادا کیا، اسی طرح آپ کے دوسرے بیٹوں نے بھی جنگ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ان میں سے راجہ بینی مادھو سنگھ جونپور اور اعظم گڑھ کے ناظم اعلیٰ تھے۔(2)

جنگیں

راجہ جے لال سنگھ کئی جنگوں میں شریک تھے آپ نے مختلف جگہوں کی بغاوتوں (انقلاب) میں مجاہدین کا ساتھ دیا، چناں چہ جب فیض آباد میں مجاہدین نے بغاوت کی تو آپ بھی اپنی تین ہزار فوج مع توپ کے اس میں پیش پیش تھے،(3) اور حکومت نے جب جونپور اعظم گڑھ، سلطان پور اور اکبرپور وغیرہ پر حملہ کر کے انگریزوں کو نکالنے کا منصوبہ بنایا تو آپ بھی اپنی فوج کے ساتھ اس منصوبے پر عمل کرنے والوں میں سے تھے، آپ نے سلطان پور میں جنگ کر کے انگریزوں کو جونپور میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا تھا، اسی طرح جب بریلی میں بغاوت کی چنگاریاں اٹھی تو آپ نے بھی اپنی

فوج کے ساتھ مجاہدین کا ساتھ دیا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران جب انگریز لکھنؤ میں داخل ہو گئے تھے تو لکھنؤ کا نپور مارگ کی ذمہ داری آپ کے ہاتھوں میں تھی، آپ نے وہاں موجود تمام انگریزوں کا صفایا کر دیا اور عالم باغ پہنچے جہاں پہلے ہی سے مولانا احمد اللہ فیض آبادی کی فوج اور انگریزی فوج کے درمیان خونریز جھڑپ ہو رہی تھی، آپ نے انگریزوں پر حملہ کر دیا تھا، اور بیگم حضرت محل کو لکھنؤ سے باہر نکالنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔(4)

برجیش قدر کی تخت نشینی میں راجہ صاحب کا کردار

لکھنؤ میں جب انقلابیوں کا قبضہ ہوا تو تخت نشینی کا سوال پیدا ہوا، اس سلسلے میں لوگوں کی رائے مختلف تھی، گھوڑ سوار فوج سلیمان قدر کو اور پیادہ فوج برجیس قدر کو تخت پر بیٹھانا چاہتی تھی، راجہ صاحب نے تمام بیگمات کو جمع کر کے انہیں برجیس قدر کی تخت نشینی پر آمادہ کیا۔ ان تمام کاروائی کا اقرارنامہ تیار کرایا، اور فوجی افسروں کو سمجھا کر فضا ہموار کی، باغی فوجوں کے افسران کی تارا کونٹی کے مقام پر ایک میٹنگ ہوئی جہاں جے لال سنگھ نے ان سے بات کی اور برجیس قدر کو تخت شاہی کے لیے منتخب کرنے کے لیے ابھارا ، اس طرح راجہ صاحب نے تمام فوجوں کے سرداروں کو ایک رائے پر لا کھڑا کر دیا، چناں چہ ۵/ جولائی ۱۸۵۷ء کو واجد علی شاہ کے گیارہ سالہ بیٹے برجیس قدر رمضان علی کو شہنشاہ اودھ کا تاج پہنایا گیا، مختلف عہدے تقسیم کئے گئے، راجہ جے لال سنگھ کو وزیر جنگ منتخب کیا گیا اور آپ کو دریا آباد کے چکلہ داروں کے علاوہ چار رجمنٹوں کی کمان سپرد کی گئی۔(5)

کورٹ کا قیام

وزیر جنگ راجہ جے لال سنگھ کی تجویز پر ایک کورٹ کا قیام عمل میں آیا، اس کے علاوہ متعدد جیل خانے بھی تعمیر کئے گئے جس میں انگریزوں کو سزائیں دی جاتی تھی، یہ کورٹ فوجی افسروں پر مشتمل تھا، اور جنگی کونسل کا کام کرتا تھا، راجہ جے لال سنگھ کو کورٹ کا سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا گیا اور بہت سارے ممبران کا انتخاب عمل میں آیا۔(6)

جے لال سنگھ کی اہم خدمات

راجہ صاحب نے نہ فوجی افسروں کے اختلافات کو ختم کرایا؛ بلکہ تمام انتظامات میں کلیدی رول ادا کیا، جنگی تیاریوں کی نگرانی ہوں ملٹری کورٹ اور جاسوسی محکمہ قائم کیا، روپیہ مہیا کرنے کا انتظام کیا، انگریزوں کو پکڑ کر قید کیا نئی نئی فوجیں تشکیل دیں، ہتھیار بارود وغیرہ کا انتظام کیا، پہلی گارڈ کے محاصرے کی نگرانی کی، جب لکھنؤ میں انقلابیوں کی شکست ہوئی اس وقت بھی آپ دریا آباد کے علاقے میں روپیہ اور فوج جمع کرنے میں مشغول تھے، یہاں سے کرسی جا کر اپنی فوج کو منظم کیا اور جب بیگم حضرت محل بٹولی میں تھی تو ان کو خط لکھا کہ وہ حملے کے لیے بڑھ گئے ہیں اور دوبارہ لکھنؤ فتح کر لیں گے؛ لیکن یہاں بھی انگریزی فوج پہنچ گئی اور آپ شکست کے بعد بٹولی چلے گئے۔

آپ کو لکھنؤ پر حملہ کے دوران جب کانپور سڑک پر نگرانی کے لیے منتخب کیا گیا تھا کہ اسی دوران ایک انگریز سڑک پر ملا آپ نے اس کا سر قلم کر کے بیگم حضرت محل کی خدمت میں بھیج دیا، اسی طرح رسد رسانی کا کام بھی آپ ہی کے سپرد تھا، آپ نے قیصر باغ کی بارہ دری کے تہہ خانوں

میں فوج کے لیے ہزاروں من غلہ جمع کرادیا تھا۔(8)

راجہ صاحب کو پھانسی

۱۸۵۹ء میں راجہ جے لال سنگھ کو انگریزوں نے گرفتار کرلیا تو اس وقت ہندوستان میں انگریزوں کے اقتدار کے تحفظ کے لیے سب سے بڑی سزا پھانسی تھی، انگریزوں نے راجہ صاحب کے لیے بھی پھانسی کی سزا مقرر کی، چناں چہ تارا کوٹھی لکھنؤ کے مقام پر یکم اکتوبر ۱۸۵۹ کو املی کے ایک درخت پر آپ کو پھنسی دی گئی، بعد میں حکومت ہند نے وہاں پر امر شہید راجہ جے لال سنگھ کے نام پر ایک پارک بنایا املی کے درخت کے نیچے راجہ صاحب کی یاد میں سنگ مرمر کے کتبے لگائے گئے جس میں آپ کی زندگی اور کارناموں پر مختصر روشنی ڈالی گئی ہے۔(9)

حواشی

(1) کتبہ امر شہید راجہ جے لال سنگھ پارک لکھنؤ

(2) پھول بدن سنگھ، اعظم گڑھ کا سوادھنا سنگرام را جنیک اتہاس ضلع سوادھنا سنگرام سینک سندھ، 25 اگست/ 1975ء، ج:1 ص:180

(3) سید خورشید مصطفیٰ صاحب، تاریخ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، حاجی حنیف اینڈ سنیز لاہور، 2007 ص:512

(4) مصدر سابق ص:440

(5) مصدر سابق ص:445

(6) مصدر سابق:443

(8) مصدر سابق ص:440

(9) روزنامہ دینک جاگرن 13 مئی 2013

☆☆☆

خوشبو پروین-جامعہ نگر، نیودہلی

غزل

اک معمہ ہے حسیں خواب کی تعبیر مری
پاؤں تھے رقص میں یا رقص میں زنجیر مری

دن بہ دن گھٹنے لگا حلقۂ احباب مرا
اب تو دشمن ہی کیے جاتے ہیں تشہیر مری

اجنبی لوگوں کی آنکھوں میں شناسائی ہے
آپ کس کس کو دکھاتے پھرے تصویر مری

ڈھونڈ لینا کسی گٹھری میں وہ خالص جذبے
تیری الماری میں محفوظ ہے تحریر مری

اپنے ہی حسن کے سو بار میں صدقے جاؤں
عشق نے کی ہے عجب ڈھنگ سے تعمیر مری

ظاہری آنکھ نے دیوانہ بنا رکھا ہے
ڈھونڈتا پھرتا ہے رانجھا کہ کہاں ہیر مری

جمع کی نعمتیں خوشبو کے سفر سے خوشبو
جانِ شوریدہ کی صورت میں ہے جاگیر مری

عاصم کمال الاعظمی۔یوپی

آزادی

آزادی یہ ماڈرن دنیا کا سب سے بڑا فریب اور سب سے بڑا ہتھیار ہے، آزادی کے نام پر بہت سے ان کاموں کو روا رکھا گیا جو بصورت دیگر حاصل ہونے والے نہ تھے، جدت پرستوں اور عقل کے پرستاروں نے آزادی کے سب سے بڑے مخالف کے طور پر اسلام اور مسلمانوں کو پیش کیا، حالانکہ آزادی (اپنے حقیقی مفہوم کے ساتھ) اسلام کے ابتدائی واہم خاکوں میں سے تھی، پیغمبر اسلام پوری زندگی ظلم وجبر، حق تلفی وپامالی کے خلاف آزادی کے علم بردار رہے، اور قیامت تک اپنے پیروکاروں کوظلم روکنے اور مظلوموں کا سہارا بننے کی تلقین کی، اور طبقہ انسانی کو بے اذیت اور بافراغ رہنے کی دعوت دی، بلکہ انھوں نے بے زبان چیزوں کے حقوق ادائیگی کا سخت حکم فرمایا؛ لیکن تن کے گورے، من کے کالے انسانوں نے نہ صرف یہ کہ اسلام کی جاذب واثر انگیز حقیقت سے دنیا کو دور رکھنے کی مذموم وناپاک سعی کی؛ بلکہ اپنی ظالمانہ وجابرانہ جبلت اور شاطر ومکار فطرت کے تحت انسانی آبادی کو گدلا اور بے امان بنایا اور جنت نشان دنیا کو جہنم نما بناڈالا۔ مگر حیرت ہے ان کورمغزوں اور عقل کے اندھوں پر جوان دشمنان آزادی کی ہر خبر، ہر چال اور ہر حرکت کو عقیدت مندانہ نہ صرف قبول کرتے ہیں بلکہ انھیں مسن کران کی خلاف فطرت چیزوں کی اندھی تقلید اور اندھا اتباع کرتے ہیں۔

تو کیا یہ ہے آزادی؟

تم بے لباس رہو تو آزادی۔۔۔کوئی لباس پوش ہو تو خلاف آزادی
تم حکومت واقتدار کے لیے سعی کرو تو آزادی۔۔۔کوئی دوسرا اقتدار کی کوشش میں دشمن آزادی
جو تمہاری تعلیم حاصل کرے وہ آزاد۔۔۔کوئی کچھ اور سیکھے تو دقیانوسی
تم اپنے مذہب کے لیے کوشاں رہو تو آزادی۔۔۔کوئی اگر ہو مذہب بیدار تو شدت پسند
تم اپنے فیشن پر چلو تو آزادی۔۔۔کوئی اپنی روایت اور اقدار کا پابند ہو تو متعصب
تم جو کچھ کہو سب سچ ہے۔۔۔کوئی اور کچھ کیوں کہے
تم نے جو کیا وہ درست ہے۔۔۔کسی اور کا عمل تنگ نظری
تم اپنے ملک ومذہب کے لیے جنگ کرو تو قابل قدر۔۔۔کوئی اور اپنے مذہب اور اپنے لوگوں کا دفاع کرے تو دہشت گرد
تمہارے لوگ، تمہاری لیاقت ہیرے موتی۔۔۔کسی اور کا ماہر بے معنی
تمہاری فوج، تمہارا لشکر ایک مسیحا۔۔۔اور وہ ہیں کہ کیڑے مکوڑے
تمہارا صحافی علم بردار آزادی۔۔۔کسی اور کے صحافی لائق قتل وشہادت
تمہارے بچے کلی اور پھول۔۔۔ان کے بچے مٹی اور دھول
تم قتل کرو، گولی برساؤ، بم مارو تم کو ہے آزادی۔۔۔دیکھو! مگر کوئی اور نہ کر پائے کہیں جرأت آزادی
گر یہ ہے تمہاری آزادی! اچھا ہے رہے دنیا بیآزادی
آہ شہر عزیمت!
آہ شہید صحافی!
آہ انس الشریف!

☆☆☆

عذرا سلطانہ۔حیدرآباد

افسانہ

حقیقی آزادی

اسکول میں جلسۂ یومِ آزادی شروع ہونے والا تھا۔ لاؤڈ اسپیکر پر زور دار انداز میں آزادی کے گیت صبح سے ہی اسکول کے ماحول کو گرما رہے تھے اور بچوں میں جوش وخروش بڑھتا جا رہا تھا۔نہایت خوشنما سماع سا بندھا ہوا تھا۔ بچے بڑے جوش وخروش سے ہاتھوں میں ترنگا لیے چلے آرہے تھے۔جھنڈا لہرانے کے بعد قومی ترانے کی گونج بلند ہوئی ،اس کے بعد پروگرام کے خاص مہمان اسٹیج کے سامنے صوفے پر بیٹھے بچوں کے ڈراموں اور وطن پرستی کے نغموں سے محظوظ ہو رہے تھے۔اسکول کی ایک بے حد ذہین بچی جس کو اس کی کارکردگی کے لیے نہ جانے کتنے انعامات سے نوازا جا چکا تھا اور آج بھی وہ اپنے دلی تاثرات پیش کرنے والی تھی، ویسے ہر سال وہ بین الاقوامی سطح پر مشہور قومی نغمہ ”سارے جہاں سے اچھا.... “میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی اور نمایاں طور پر جھنڈا تھامے بیچوں بیچ رہ کر پرفارم کرتی۔کلاس ٹیچر کو اس سے بڑی امیدیں تھیں اور وہ تھی بھی خود اعتمادی کا پرتو اور اس کی ایک الگ ہی پہچان تھی، لیکن اس سب کے باوجود یہ پہلا موقع تھا جب سمیرہ ترانے کا حصہ نہیں تھی، نہ گانے کے گروپ میں اور نہ ہی ایکشن سونگ میں، جیسے ہی ترانے کی شروعات ہوئی اور وہ ترانہ بخیر وخوبی انجام تک پہنچا، تب جا کر ٹیچر کو کچھ سکون ہوا کیونکہ ہندوستانی ترانوں کو سمیرہ اچھے سے پیش کرتی تھی۔ترانے کے بعد سمیرہ کی نئی پیشکش شروع ہونے والی تھی جس کی اجازت اس نے پرنسپل صاحبہ سے پہلے ہی لے لی تھی۔ وہ بھی سمیرہ کی ذہانت اور سمجھداری سے بخوبی واقف تھی۔انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ پچھلے سال 15 اگست کے ایک دن بعد دوسرے فرقے کی بے رحم بھیڑ نے سمیرہ کے بڑے بھائی کو بنا کسی قصور کے بری طرح پیٹ پیٹ کر مار دیا تھا۔وہ اپنے آفس سے واپس آرہا تھا۔

اس حادثے کا اثر سمیرہ پر بہت زیادہ ہوا تھا اور وہ کئی ہفتوں تک اسکول نہیں گئی تھی۔کسی طرح اسکول کے اسٹاف اور پرنسپل صاحبہ کی وجہ سے وہ دوبارہ اسکول آنے لگی ۔پرنسپل کسی حد تک سمیرہ کو معمول پر لانے میں کامیاب ہوگئی ؛لیکن اس کا چہرہ بجھا بجھا سا رہتا۔ بھائی کی موت کے سانحہ کا اس پر گہرا اثر ہوا تھا۔قومی گیت کے لیے تو دوسری نئی لڑکی نے سمیرہ کی جگہ پر کردی لیکن اپنے تاثرات کے اظہار کا اس کو موقع دیا گیا۔اس لیے سمیرہ نے حالات حاضرہ کو اپنے الفاظ میں بیان کرنے کی اجازت لے لی۔اس نے اپنے ملک کے بگڑتے حالات اور معصوم لوگوں کے تاثرات کا ایک خاکہ تیار کیا۔تاکہ وہاں موجود لوگوں کو زندگی اور حب الوطنی کے نئے باب سے روشناس کرا سکے،اسی لیے مائک پر سمیرہ کے نام کا اعلان ہو رہا تھا اور وہ ایک نئے لباس میں سامعین

سے روبرو تھی۔ سمیرہ اسٹیج پر آئی اور اپنے لباس کی طرف متوجہ کراتے ہوئے گویا ہوئی:

''میرے عہد کے وطن پرستوں! میرا یہ لباس آج کے ہندوستان کی ترجمانی کرتا ہے۔ ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے۔ آج ہمارا ملک وہ نہیں ہے، جس کے لیے ہزاروں ہندوستانیوں نے اپنی جان قربان کی اور ہنستے ہنستے سولی پر سرفروشی کی تمنا کے ساتھ اپنی جانیں گوائیں''۔

سمیرہ کا دوپٹہ نارنگی نہ ہو کر لال رنگ کا تھا۔ سفید دھندلایا سا کرتا اور گہرے ہرے رنگ کی شلوار جو سیاہی مائل ہو چکی تھی، پھر گرجدار آواز میں بولی: ''جی ہاں میرا بھارت مہان تھا، لیکن آپ دیکھ رہے ہیں، یہ سنتری رنگ ہوا کرتا تھا۔ اب لال ہو گیا ہے، جو کبھی نارنگی تھا، یہ دیش بھکتوں کی قربانیوں کی ترجمانی کرتا تھا۔ آج اس کا رنگ بدل گیا ہے۔ جو کبھی نارنگی ہوا کرتا تھا۔ دیش بھکتوں کی جدوجہد وران کی قربانیوں کی ترجمانی کرتا تھا۔ آج اس کا رنگ بدل گیا ہے۔ دیش پر مر مٹنے والے آزادی کے متوالے جو شہید ہو گئے ان کے نام تک مٹا دئے گئے اور اب یہ رنگ کیسریا نہیں بلکہ یہ معصوموں کے خون کا رنگ ہے، کبھی ان کے مذہب کے نام پر تو کبھی بچھڑوں کے نام پر بہایا جا رہا ہے۔ کبھی انہیں سلاخوں کے پیچھے تو کبھی انہیں زندہ درگور کر دیا جاتا ہے۔ آج کسی کی عزت کا تحفظ نہیں! جھوٹے وعدوں اور دعووں سے کاغذوں کا پیٹ بھرا جاتا ہے اور اب جھنڈے کا سفید رنگ دیکھ رہے ہیں جو دودھیا سفید ہوا کرتا تھا، کبھی ہمارے ملک میں دودھ کی ندیاں بہتی تھی۔ آج یہ رنگ بھی میلا ہو گیا۔ جھنڈے کے بیچ کا رنگ کہیں سکوت کی ایک گھڑی نصیب نہیں۔ روز نت نئے شڈیانتر رچے جاتے ہیں، عام آدمی کو ہر جگہ کسی نہ کسی بہانے اذیت دی جا رہی ہے جو اپنی زندگی کی گاڑی بمشکل تمام گھسیٹ رہا ہے۔ امن و سکون تک غارت ہو چکا ہے، ہلڑ بازی اپنی حدیں لانگ چکی ہے۔ اب آیئے سب سے آخر میں یہ جو رنگ دیکھ رہے ہیں، یہ ہمارے دیش کی ہریالی اور آسودگی کی نشاندہی کر رہا ہے۔ وہ اب سیاہی مائل ہرا ہو چلا ہے۔ ایک زمانہ تھا جب ہندوستان سونے کی چڑیا کہلاتا تھا۔ اب یہ چڑیا چند مفاد پرست کی نظر ہو گئی ہے۔ انہوں نے ہمارے ملک کو کھوکھلا کر کے اپنی ذاتی خزانے بھر لیے ہیں اور وہ سونے کی چڑیا ہو ایسی اڑ کر پردیس میں بس گئی ہے۔ ہریالی تو ختم ہوتی جا رہی ہے، اب ماحولیات کے نام پہ خالی کاغذوں پر ہی جمع پونجی رہ گئی ہے۔ اب کہاں گیا ہمارے جھنڈے کے بیچوں بیچ ترقی کی ترجمانی کرنے والا اشو کا چکر! جو لگاتار ترقی کی راہ پر گامزن تھا! اب یہ آپسی دنگا فساد اور بحث و مباحثے کے عوض میں کسی دلدل میں پھنس گیا ہے۔ جو پہلے علم و دانش سائنسی تکنیکی ترقی کی ترجمانی کرتا تھا۔''

سمیرہ نے اپنے سلسلے کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ: ''اب سب صنعتیں ماند پڑ گئی۔ اب تو بیماری کو بھی تھالی بجا کر بھگایا جاتا ہے۔ شر پسند لوگ جب چاہیں جہاں چاہیں دوسرے فرقے کے لوگوں اور پچھڑے طبقے کے لوگوں کو بے سبب جان لے لینے کا حق پا گئے ہیں اور حکمرانوں کے دربار میں اپنے نمبر بڑھا کر کوئی بھی اپنی اوقات اور قد سے بڑے عہدے با آسانی پا رہا ہے۔ اس کی اہلیت چپراسی بننے کی بھی نہ ہو!''

اب اس کا گلا روند چکا تھا۔ اب سمیرہ اپنے ماضی کے جھروکے میں اپنے محترم بڑے بھائی کی شہادت کا منظر دیکھ رہی تھی۔ بارہا اس کا ذہن وہیں گردش کر رہا تھا، اس کی

انکھیں اشکبار ہوگئی وہ پھر گویا ہوئی اس کا لہجہ غمگین تھا۔اس نے کہا:''میں آپ لوگوں سے ایک التجا کرتی ہوں کہ اپنے ملک کو ان سر پھروں سے بچانے کا عہد کیجئے۔آپ سب جانتے ہیں کہ ٹھیک ایک سال پہلے میرے بڑے بھائی صاحب کو دوسرے فرقے کے لوگوں نے اور بھیڑ چال کی ماری آندھی بھیڑ نے ناگہانی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔یہ سال ہم پر کیسا المناک گزرا ہے وہ تو شہید ہوگئے لیکن میں ایک بھارت واسی ہوتے ہوئے نہیں چاہتی کہ آئندہ کسی کا باپ، بھائی، شوہر یا بیٹا اس طرح جام شہادت نوش کرے !میری آپ سے یہ التجا ہے کہ آپ آج یہاں سے ایک عہد کر کے جائیں۔ ہم اپنے وطن عزیز کی عظمت اور یہاں کی گنگا جمنی تہذیب کو برقرار رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے اور اپنے ملک اور ترنگے کے تحفظ کو برقرار رکھیں گے اور آسمان کی اونچائیوں تک لے جانے کا مصمم ارادہ کریں گے۔ جیسے ہم سے پہلے ہمارے بزرگ تن من دھن سے اس ملک کا تحفظ کرتے تھے۔ان کے دلوں میں سرفروشی کی تمنا تھی، تب ہمیں اپنے ملک کو گوروں سے آزاد کرانا تھا لیکن اب ہمیں اندرون ملک کے مفاد پرست خودغرضوں اور جہالت کے پلندوں سے کھویا ہوا مقام اپنے ملک کو اور اپنے ملک کے سچے جانثاروں کو دلوانا ہے۔ہمیں سب کو مل کر اپنے ملک کو اپنے مفاد کے لیے استعمال کرنے والوں کو ناکام کرنا ہے۔ہم ایسا ضرور کریں گے اور ہم اپنے ملک کی شان و شوکت اور اس کے بلند مقام کو حاصل کر کے رہیں گے۔یہ عہد کیجئے۔جے ہند!''

اتنا کہتے ہوئے اس کی ہچکیاں بند ہوئی۔ہال میں سناٹے کو توڑتے ہوئے 'جے ہند' کی گونج تالیوں کی گڑگڑاہٹ میں تبدیل ہوگئی۔سمیرہ کے آخری بول کے ساتھ ہی دیر تک تالیاں بجتی رہی اور سمیرہ کو پرنسپل صاحبہ نے اپنے گلے سے لگا لیا۔

☆☆☆

پروفیسر مظفر شہ میری

غزل

سلگتی چینوں کے گرم نعرے صدا بہ صحرا
تڑپتی روحوں کے نرم نغمے صدا بہ صحرا

گرجتے بادل اُبلتے چشمے صدا بہ صحرا
ہوا کی دھن پر تھرکتے شعلے صدا بہ صحرا

تمھاری مردہ سماعتوں کے طفیل اب کے
یہ گنگناتے حسین جھرنے صدا بہ صحرا

تمھاری آہِ رکیک پر ہیں ہزار چرچے
ہمارے کرب و بلا کے قصے صدا بہ صحرا

ہوائے کوفہ کی زد میں آکر ہوئے ہیں کل کچھ
مسافروں کے لرزتے خیمے صدا بہ صحرا

بیانِ کذب و فساد گونجے جہاں مظفرؔ
وہاں ہیں حق کے بلیغ جملے صدا بہ صحرا

نیاز جیراجپوری

صدائے شبلی کالج اعظم گڑھ

جو مُصوِّر کو امر کر دے مَیں وہ تصویر ہُوں
خواب جو شبلی نے دیکھے اُن کی مَیں تعبیر ہُوں
مرکزِ علم و ادب ، گہوارہ ہُوں تہذیب کا
مِٹ نہیں سکتی کبھی جو ایسی مَیں تحریر ہُوں

شانِ اعظم گڑھ ہُوں مَیں پہچانتے ہیں سب مُجھے
بات کُچھ ایسی ہے مُجھ میں جانتے ہیں سب مُجھے
ہر طرف شہرہ ہے میرا ، اور میرا ذِکر ہے
بزمِ اہلِ عِلم میں گردانتے ہیں سب مُجھے

مَیں امانت قوم کی ہُوں گوہرِ نایاب ہُوں
مَیں کہ اِک خوابِ حسیں ہُوں منظرِ شب تاب ہُوں
مَیں بھی پیہم مُلک کی تعمیر میں مصروف ہُوں
مَیں کتابِ قومی یکجہتی کا روشن باب ہُوں

حیف ! کُچھ موقع پرستوں نے مُجھے رُسوا کِیا
اپنے مطلب کے لِئے مِل کر مِرا سودا کِیا
آیئنۂ خوابِ شبلی چُور نہ ہو جاؤں مَیں
حیف ! کُچھ بہروپیوں نے کام پتّھر کا کِیا

دیکھو یہ حالات میرے اور نیاز ایسا کرو
زخم جو مجھکو لگے مِل کر علاج اُن کا کرو
اصلیت سب نقلی چہروں والوں کی پہچان لو
رُوحِ شبلی کو سکوں مِلتا رہے ایسا کرو

رضیہ سبحان

تازہ غزل

جو درد تم نے سہارے سمجھ میں آ ہی گئے
جو بوجھ ہم نے اتارے سمجھ میں آ ہی گئے

ملا ہے جب سے تمھیں منصب۔ مسیحائی
ہمیں بھی درد ہمارے سمجھ میں آ ہی گئے

ہماری فہم و فراست کی کب پہنچ تھی وہاں
مگر تمھارے اشارے سمجھ میں آ ہی گئے

میں جب سے موجۂ طوفاں کی زد میں آئی ہوں
یہ پر سکون کنارے سمجھ میں آ ہی گئے

ہیں کس قدر یہ کٹھن مرحلے محبت کے
قدم قدم پہ جو ہارے سمجھ میں آ ہی گئے

ہمارے سامنے کچھ اور پیٹھ پیچھے کچھ
ہیں کیسے دوست یہ سارے سمجھ میں آ ہی گئے

وہ جن کو بات ہماری سمجھ نہ آئی کبھی
انہیں یہ شعر ہمارے سمجھ میں آ ہی گئے

تھا جن پہ ناز ہمیں آج تک بہت رضیہ
وہ کس قدر ہیں ہمارے سمجھ میں آ ہی گئے

'لامکان' میں پروفیسر مظفرعلی شہ میری اور پروفیسر اشرف رفیع کا خطاب

حیدرآباد۔17اگست (پریس نوٹ) سابق وائس چانسلر ڈاکٹرعبدالحق اردو یونیورسٹی کرنول پروفیسر مظفرعلی شہ میری نے کہا کہ قرآن کریم میں جتنے استعارے استعمال ہوئے ہیں سب آفاقی ہیں۔آفاقی سے مراد وہ ہے جو دنیا کے کسی بھی خطہ، ملک، تہذیب یا کسی بھی عہد میں آسانی کے ساتھ سمجھا جاسکتا ہے۔قابل غور بات یہ ہے کہ انھیں نہ صرف ادبی ذوق رکھنے والے تعلیم یافتہ قارئین سمجھ سکتے ہیں بلکہ غیر تعلیم یافتہ بھی ان سے ہدایت حاصل کرسکتے ہیں۔پروفیسر مظفر علی شہ میری نے خطاب کرتے ہوئے ان خیالات کا اظہار کیا۔پروفیسر شہ میری کی کتاب ''قرآنی استعاروں کی فنی عظمت'' بہت جلد الانصار پبلی کیشنز حیدرآباد سے شائع ہونے والی ہے۔انہوں نے واضح کردیا کہ یہ ایک خالص ادبی مطالعہ ہے بالفاظ دیگر اس کا کسی مسلک، کسی دینی نقطۂ نظر، کسی جماعت، یا کسی فرقہ وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اس مطالعہ میں یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ کس طرح قرآن میں مخصوص الفاظ کا تخلیقی استعمال ہوا ہے اور کس طرح مفسرین نے ان کے معنی اُجاگر کیے ہیں۔انہوں نے مثال دیتے ہوئے کہا کہ اگر کوئی شاعر یا ادیب ہندوستان میں شعر و ادب تخلیق کرتا ہے تو اس کے ادب میں لامحالہ یہاں کے پہاڑوں کے نام، ندیوں اور دریاؤں کے نام، تہواروں کے نام شامل ہونے کے علاوہ یہاں کے رسم ورواج، لوک گیت، لوک کہانیاں اور دیومالائی ادب وغیرہ کا اثر دکھائی دیتا ہے۔اس سرزمین سے جڑے ہوئے مخصوص قصے کہانیاں، کردار، اور اشیاء وغیرہ کو بطور تشبیہ استعارے، تمثیل اور علامت وغیرہ کے ادب میں استعمال کیا جاتا ہے جنھیں صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو ہندوستان میں پیدا ہوئے یا یہاں زندگی کا بڑا حصہ گزارے ہوں۔ یہ شرط ہندوستان کے مختلف صوبوں پر بھی لاگو ہوتی ہے جب کہ قرآنی استعاروں کی یہ انفرادیت ہے کہ انھیں سمجھنے کے لیے کسی خاص

ملک، خاص تہذیب یا کسی خاص ماحول میں پیدا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ پروفیسر شہ میری نے سامعین کے سوالات کے جوابات بھی دیئے۔سابق صدر شعبۂ اردو عثمانیہ یونیورسٹی پروفیسر اشرف رفیع نے صدارتی خطاب میں پروفیسر مظفرعلی شہ میری کی مذہبی، ادبی وعلمی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے قرآنی استعارہ کی نئی جدید جہتیں تلاش کرنے پر انہیں دلی مبارکباد دی اور کہا کہ پروفیسر مظفر شہ میری کا یہ کام اپنی نوعیت کا منفرد اور لائق تحسین کام ہے، اس طرح کے جذبہ جب نمایاں ہوتے ہیں تو اہل ایمان کے قلب ونظر میں گہرائی وگیرائی پیدا ہوتی ہے۔ پروفیسر مظفر علی شہ میری کی پیکری نظموں کے مجموعہ ''پیکرہ'' کی رسم اجرائی محترمہ انیس عائشہ کے ہاتھوں عمل میں آئی جبکہ جلسہ کی صدارت پروفیسر اشرف رفیع سابق صدر شعبۂ اردو عثمانیہ یونیورسٹی نے کی۔ بزم سخن اور سی ڈی پی پی کے منتظمین ممتاز ماہر معاشیات ڈاکٹر عامر اللہ خان اور جناب اشہر فرحان نے اس جلسہ کو منعقد کیا۔ڈاکٹر صادقہ امیمہ بابر، محترمہ شمشاد بیگم شہ میری، جناب اسد ثنائی، مولانا ڈاکٹر محامد ہلال اعظمی، ڈاکٹر غوثیہ بانو، ڈاکٹر زرینہ، ڈاکٹر سمیہ تمکین، جناب نعیم، جناب اسحاق (سپروائزر جی ایس ٹی) محترمہ عذرا سلطان، جناب رضا پرویز جگنو کے علاوہ دیگر نے شرکت کی۔انٹرمیڈیٹ طالبہ عذرا تحسین بنت سید ساجد نے خوب صورت گرافکس تیار کیے جنہیں تہنیت پیش کی گئی۔ڈاکٹر حمیرہ سعید نے کارروائی چلائی۔

شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل اینڈ چیریٹبل ٹرسٹ، حیدرآباد

SHIBLI INTERNATIONAL
EDUCATIONAL & CHARITABLE TRUST

SIECT

Regd. No.
180/2016

مدرسہ و مسجد کے تعاون کی اپیل

حدیث نبوی ﷺ ہے خَیْرُکُم مَن تَعَلَّم القُرآن وَعَلَّمَہ ۔تم میں بہترین انسان وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔اس حدیث سے علم اور قرآن علم کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔اسی علم کی نشر و اشاعت کے لئے **مدرسہ اسلامیہ نجم العلوم** ۱۵؍جنوری ۲۰۱۷ء کو قائم کیا گیا تا کہ امت مسلمہ کے نونہالان زیور علم سے آراستہ ہوں اور ملک وملت کی خدمت میں وقف ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔آمین یارب العٰلمین۔

مدرسہ ہذا کی کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے۔جملہ اخراجات کی ادائیگی اہل خیر حضرات کے تعاون سے ہوتی ہے۔

الحمدللہ مدرسہ میں تعمیری کام بھی جاری ہے،اس وجہ سے اہل خیر حضرات سے گذارش ہے کہ مدرسہ کا نقد یا اشیاء کے ذریعہ تعاون فرما کر یا کسی طالب علم کی کفالت لیکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔نوازش ہوگی۔

مسجدِ الٰہی

زیر انتظام شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل اینڈ چیریٹبل ٹرسٹ حیدرآباد کا تعمیری کام جاری ہے۔الحمدللہ ثم الحمدللہ ایک مخیّرہ خاتون نے 126 گز اراضی ٹرسٹ ہذا کو مسجد کے لئے وقف کیا ہے، اللہ تعالیٰ مخیّرہ کو دونوں جہاں میں بہترین بدلہ دے، آمین۔ مسجدِ الٰہی کی زمین مدرسہ اسلامیہ نجم العلوم وادیٔ عمر شاہین نگر حیدرآباد کا (اقامتی وغیر اقامتی) ادارہ ہے، جو شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ کے زیر انتظام 2017 سے خدمات انجام دے رہا ہے، بالکل اسی سے متصل ہے۔مدرسہ ہذا اور بستی کے لئے مسجد ناگزیر ہے، اس وجہ سے آپ تمام حضرات سے گزارش کی جاتی ہے کہ مسجد ہذا کے تعمیری کام میں نقد یا اشیاء کے ذریعہ معائنہ کر کے حصہ لے کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔

جزاک اللہ خیرًا أحسن الجزاء.

Bank Name : IDBI **A/c Number** : 1327104000065876

A/c Name : SHIBLI INTERNATIONAL EDUCATIONAL AND CHARITABLE TRUST

IFSC Code : IBKL0001327. Branch: Charminar

G Pay & Phone Pay : 8317692718, WhatsApp: 9392533661

العارض: حافظ وقاری مفتی ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی خطیب مسجد عالیہ، بانی وناظم مدرسہ ہذا چیرمین شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدرآباد

Urdu Monthly
SADA E SHIBLI
Hyderabad

August 2025 اگست

RNI: TELURD/2018/77022
ISSN: 2581-9216

Rs. 30/-

ABDUL WAHED
PROPRIETOR
Cell: 98480 36940

For Orders : 90302 02018
86396 32178
89197 03547

KGN XLNT TEA
Rich Aroma, Refreshing Taste
PREMIUM QUALITY TEA

KGN TEA SALES

UMBRELLA BRAND TEA
Rich Aroma, Refreshing Taste
GOLDEN QUALITY TEA

WHOLESALE & RETAIL TEA MERCHANT

S.No.: 22-1-114, Jambagh, Kali Khabar Main Road, Dar-ul-shifa, Hyderabad - 500 024, TS
Off.: 5-3-989, 104, First Floor, Sherza Estates, N.S. Road, M.J. Market, Hyderabad - 500 095
email: kgnteasales@gmail.com

Editor, Printer, Published & Owned by Mohd. Muhamid Hilal
Printed at Daira Electric Press, #22-8-143, Chatta Bazar, Hyderabad. 500 002.
Published at #17-3-352, B1, 2nd Floor, Bafana Complex, Dabeerpura, Hyderabad - 23, T.S
Cell: 9392533661, 8317692718, Email: muhamidhilal@gmail.com